8 MARCH
INTERNATIONAL
WOMEN'S DAY

قافلہ رواں ہے

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

انتساب

اپنی جماعت اسلامی، اپنے آغا جان (قاضی حسین احمدؒ)

اور اپنی امی (اُم کلثوم قاضی) کے نام

8 مارچ عالمی یومِ خواتین کے یہ پروگرام جن کا صدقہ جاریہ ہیں۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

کتاب: قافلہ رواں ہے

مرتبہ: ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

معاون: کنزہ امتیاز
مرزا معاذ احمد

قیمت: 500 روپے

پبلشر: فیوچر وژن

فہرست

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
1	فیمنزم بمقابلہ فیملیزم	7	14	رپورٹ 2011ء ’’پاکستان، عورت اور موجودہ ملکی صورتحال‘‘	88
2	عالمی یومِ خواتین	13	15	رپورٹ 2012ء	93
3	عورت پر خاندان کے تباہی کے اثرات	17	16	رپورٹ 2013ء "Emerging Role of Women in Muslim Socities"	96
4	حلقہ خواتین جماعتِ اسلامی کا سفرِ انقلاب	28	17	رپورٹ 2014ء ’’بدلتی دنیا میں عورت کا ابھرتا کردار‘‘	111
5	خواتین حقوق چارٹر	37	18	رپورٹ 2015ء ’’حضرت خدیجۃ الکبریٰ‘‘: ’’ایمان و وفا کی ساتھی‘‘	132
6	Women's Right Charter	40	19	رپورٹ 2016ء ’’حضرت عائشہؓ‘‘: ’’خزینہ علم و دانش‘‘	141
7	ممتا ایک تربیتی ادارہ	43	20	رپورٹ 2017ء ’’عورت، اختیار اور پاکستانی معاشرہ‘‘	159
8	ویمن اینڈ فیملی کمیشن	45	21	رپورٹ 2018ء ’’عورت تہذیبوں کا ستون‘‘	215
9	رپورٹ 2001ء	49	22	رپورٹ 2019ء ’’حضرت زینبؓ‘‘: ’’صبر و شجاعت کی بے مثل راہنما‘‘	230
10	رپورٹ 2005ء تا 2008ء	59	23	رپورٹ 2020ء ’’عورت: خاندان اور معاشرے کا دھڑکتا دل‘‘	239
11	رپورٹ 2009ء	65	24	رپورٹ 2021ء ’’مضبوط خاندان، محفوظ عورت، مستحکم معاشرہ‘‘	268
12	لیکچر سیریز	72	25	جنگ میڈیا گروپ (Women Power 50)	291
13	رپورٹ 2010ء	76			

فیمنزم بمقابلہ فیملیزم

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

کیا آپ اسلامی فیمنزم کی بنیاد رکھ رہی ہیں؟؟ یہ سوال سن کر عرب دنیا کی شعلہ بیان مقررہ اور انٹرنیشنل مسلم ویمن یونین کی بانی پروفیسر ڈاکٹر سعاد الفاتح کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو گیا اور کہا کہ "لا، No۔ ہم قرآن کی آیات پر ایمان رکھنے والی عورتیں ہیں جو انسانوں کو ایک اکائی سمجھتا اور وحدت انسانی کے شعور کی تعلیم دیتا ہے۔ ہم الرجال قوامون علی النساء (مرد عورتوں کے نگران ہیں) اور "فالصالحات قانتات" (اچھی عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں) پر ایمان رکھتی ہیں۔ یہ فیمنزم کی اصطلاح سے میری پہلی شناسائی تھی جو کہ انٹرنیشنل مسلم ویمن یونین کی پاکستان سے نمائندہ کے طور پر اس کے افتتاحی اجلاس کے بعد کی پہلی پریس کانفرنس میں ہوئی۔ 1996ء میں اس کانفرنس میں دنیا کے 89 ملکوں کی 300 خواتین راہنماؤں نے شرکت کی۔ Gender Equality اور Feminism کی اصطلاحات کی جتنی تفہیم میں نے ان کانفرنسز میں حاصل کی، اس پر میرا شرح صدر ہوا کہ اسلام Equity پر یقین رکھتا ہے اور اسلام میں نہ Male Chauvinism کی کوئی گنجائش ہے اور نہ Feminism کی بلکہ اسلام خاندان کے ادارے کے استحکام پر زور دیتا ہے اور ہمیں ایک نئی اصلاح Familism کو اپنانا چاہیے۔

حلقہ خواتین جماعت اسلامی پاکستان 1994ء کی قاہرہ کی بہبود آبادی کانفرنس کے بعد عورت کے عنوان سے مختلف شعبہ جات میں کام شروع ہوا۔ محترمہ عائشہ منور صاحبہ کی قیادت میں ہم نے ورکنگ ویمن، لیگل ایڈ، تعلیم، صحت، سیاست، معیشت، میڈیا اور امور خارجہ کے شعبوں میں کام شروع کیا اور معاشرے کی اُن خواتین کو جمع کیا جو ان شعبوں میں دلچسپی رکھتی تھیں اور ان کی تربیت و تنظیم کر کے ان کی پیشہ وارانہ قابلیتوں میں اضافہ کیا۔ 1995ء میں عورتوں کی سب سے بڑی عالمی کانفرنس بیجنگ میں ہوئی۔ اس کی ایک دستاویز بیجنگ پلیٹ فارم فار ایکشن کی صورت میں منظر عام پر آئی اور میں جماعت اسلامی کی ایک کارکن کی حیثیت سے بلوچستان میں بیجنگ فالواپ یونٹ کا حصہ بنی۔ اسلامی تحریکوں نے مل کر اس مسودے کے متبادل اپنا مسودہ تیار کرنے کے لیے ایک یونین بنائی اور عورت کے لیے اس گلوبل پروگرام کے متبادل اپنا پروگرام اور منصوبہ بنایا۔

1996ء میں مجھے ایک نجی دورے میں ترکی، ایران اور یورپ کے مختلف ملکوں میں خواتین اور خاندان پر کام کرنے والی مختلف تنظیموں کے ساتھ تبادلۂ خیال کا موقع ملا اور واپس آ کر حلقہ خواتین جماعت اسلامی کی سیکرٹری جنرل محترمہ عائشہ منور صاحبہ کو ایک رپورٹ پیش کی۔ اس پر انہوں نے حلقہ خواتین کے شعبہ اُمور خارجہ کی بنیاد رکھی اور مجھے اس کی ذمہ داری دی۔

ہم قومی اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ مشاورت کرتے رہے اور انٹرنیشنل مسلم ویمن یونین کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ویمن کمیشن جماعت اسلامی کا قیام عمل میں آیا اس وقت کے امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمدؒ نے اجتماع عام منعقدہ فیصل مسجد اسلام آباد 24 اکتوبر 1998ء میں

خواتین کانفرنس کے دوران خواتین حقوق کا چارٹر پیش کیا اور کمیشن کی پہلی صدر سینیٹر و کیپٹن ریٹائرڈ ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ کو مقرر کیا۔ انٹرنیشنل مسلم ویمن یونین کی صدر پروفیسر سعاد الفاتح کو جب یہ علم ہوا کہ ڈاکٹر کوثر فردوس پاکستان آرمی کی پہلی باحجاب ریٹائرڈ کیپٹن ہیں تو انہوں نے یونین کی کونسل آف ٹرسٹیز کی صدارت بھی انہیں سونپ دی۔ اس طرح جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والی ہم دو کارکنان کو یہ اعزاز ملا کہ وہ ایک بین الاقوامی تنظیم جسے اقوام متحدہ کے سوشل اور اکنامک کونسل میں رجسٹریشن کا مقام بھی حاصل ہے، کی قیادت پر موجود رہیں۔

ویمن کمیشن کو بعدازاں 2005ء میں ایران، ترکی، ملائیشیا اور انڈونیشیا کے دوروں کے بعد ویمن اینڈ فیملی کمیشن کا درجہ دیا گیا جس میں ہم نے دیکھا کہ وہاں حکومتی سطح پر بھی عورت کو خاندان کے ساتھ جوڑ کے رکھا گیا ہے۔ وہاں پر وزارتوں کے نام Women and Family! Development رکھے گئے ہیں کہ وہی عورتیں زندگی کی دوڑ میں ترقی کر سکتی ہیں جن کے خاندان اُن کی پشت پر کھڑے ہوں اور خاندان سے مراد کوئی فیوڈل سسٹم اور بڑے امیر کبیر لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ خاندان سے مراد یہ ہے کہ عورت کا والد، بھائی، شوہر اور بچے اس کے مددگار و معاون ہوں تو عورت ہر ناممکن کام کو ممکن بنا سکتی ہے۔ ویمن اینڈ فیملی کمیشن جماعت اسلامی کے چارٹر کے بنیادی 5 نکات ہیں۔

1۔ عورت کو بحیثیت عورت معاشرے میں باعزت مقام دلانا، خاندان اور معاشرے میں اُس کے کردار کو مستحکم کرنا، اس کے تحفظ، اس کی عزت اور اس کے احترام کو تسلیم کروانا۔

2۔ عورت کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ہر طرح کی کوششوں کو بروئے کار لانا اور مواقع پیدا کرنا۔

3۔ عورت کی صحت پر ہی صحت مند قوم کے مستقبل کا دارومدار ہے۔ اس کی تولیدی صحت کے ساتھ ساتھ اسے دوسری مہلک بیماریوں سے بچاؤ کا انتظام بھی بہت ضروری ہے۔ ہمارا ملک کا زیادہ حصہ دیہات پر مشتمل ہے اس لیے اس کے ہر گاؤں، گوٹھ میں بنیادی مرکز صحت کا قیام اشد ضروری ہے۔

4۔ عورت کے لیے مفت اور فوری انصاف کی فراہمی، ہمارے ملک میں عورت پر ظلم و زیادتی عام ہے اور انصاف کے دروازے بند۔ اس لیے کورٹ کچہری کے ماحول کو عورت کے لیے محفوظ بنانا ازحد اہم ہے۔

5۔ اسلام کے وہ حقوق جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عورت کو عطا کیے ہیں اور معاشرہ کے جاہلی رسوم و رواج کی وجہ سے عورت اس سے محروم ہے۔ اُن حقوق کو دلانا ہمارے چارٹر کا اہم نکتہ ہے۔

ہم وہ پہلی اور واحد جماعت ہیں جو 1998ء سے اس چارٹر کے تحت کام کر رہے ہیں۔ ہم اسی چارٹر کے تحت 2002ء کی اسمبلی میں بطور قانون ساز شریک رہیں اور اسمبلی بزنس آج گواہ ہے کہ جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والی خواتین کارکردگی کے لحاظ سے سرفہرست رہی۔ ہماری مخالف این جی اوز نے جب کارکردگی رپورٹس جاری کیں تو ہمیں سب سے نمایاں جگہ دی۔ وہاں ہمارا نام نہیں کام بولتا پایا گیا۔ اسمبلی کے در و دیوار گواہ ہیں کہ ہم نے پاکستانی عورت کو اپنی روایت سے جڑے رہنے کا سلیقہ بھی سکھایا اور جدید چیلنجز کا سامنا کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت اور ہمت بھی عطا کی۔

یہ بات ضرور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جماعت اسلامی کی خواتین ورکرز مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہی بلدیاتی الیکشن میں حصہ لے چکی

تھیں اور ہماری بلدیاتی کونسلرز نے ہمارے لیے بہت سی خاردار راہوں پر چل کر انہیں کانٹوں سے صاف کیا تھا۔ اُن کے انٹرویوز اور خیالات تحریری شکل میں ہمارے پاس موجود تھے جن سے راہنمائی لے کر ہم نے یہ سنگ میل عبور کیے۔ ہماری ''اسمبلی'' میں جانے کے بعد ابتدائی دنوں میں جماعت اسلامی ہند کے سابق امیر مولانا جلال الدین عمری تشریف لائے اور اسلام آباد کے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز میں خاندان کے استحکام پر ایک سیمینار میں خطاب کیا۔ خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی، میں نے دریافت کیا کہ مولانا قرآن ہمیں حکم دیتا ہے: {وَقَرْنَ فِيْ بَيُوْتِكُنَّ} اور ملکی آئین نے ہمیں اسمبلی کی ممبر شپ عطا کر دی ہے۔ اب ہم اس آیت پر کس طرح عمل پیرا ہوں؟ مولانا نے بہت ہی خوبصورت جواب سے نوازا: {وَقَرْنَ فِيْ بَيُوْتِكُنَّ} کا مطلب ہے کہ اپنے وقار اور گھروں کے قرار کی قیمت پر کوئی بھی کام نہ کرو۔ حتیٰ کہ دنیا کی بادشاہت بھی کوئی پیش کرے تو عورت کو اپنے وقار کو کبھی داؤ پر نہ لگانا چاہیے اور نہ ہی گھروں کے قرار اور سکون کی قیمت پر باہر نکلنا چاہیے۔ اگر آپ کے گھر میں انتظام موجود ہے اور آپ کے سب گھر والے آپ کے ساتھ خوش ہیں اور آپ کے پاس صلاحیت اور وقت ہے تو آپ کو ضرور اپنے گھر، معاشرہ اور قوم کی ترقی میں ہاتھ بٹانا چاہیے ورنہ اپنے خاندان کا استحکام آپ پر فرض اولین ہے اور اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ حلقہ خواتین جماعت اسلامی نے ہمیں اپنے خاندان کے استحکام پر توجہ دینے پر بھرپور معاونت پیش کی اور اس کا صلہ اللہ رب العالمین نے یہ دیا کہ ہماری جتنی خواتین جماعت کی ذمہ دار رہیں اُن کے بچوں کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی کامیابیوں سے نوازا اور سب الحمدللہ بہت خوشگوار خاندانی زندگی گزار رہی ہیں۔

اپنے خاندانوں کی حفاظت اور محبت کے بھرپور حصاروں میں زندگی کے ہر شعبے میں تن، من، دھن سے مصروف عمل ہیں۔ حلقہ خواتین جماعت اسلامی پاکستان میں جمہوری روایات کی امین ہے۔ ابتداء سے ہی ہر سطح کے انتخابات کے ذریعے اس کی ذمہ داران منتخب ہو کر آتی ہیں۔ مشاورت کے ساتھ سارے اُمور انجام پاتے ہیں۔ کوئی بھی فرد کوئی بھی کام اپنی اکیلی مرضی سے کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ شوریٰ کے پاس سب امور کا اختیار ہوتا ہے اور جوابدہی اور احتساب کا بھی ایک کڑا انظام موجود ہے۔ اس لیے کوئی بھی فرد من مانی نہیں کر سکتا۔

ویمن اینڈ فیملی کمیشن کی ذمہ داران نے بھی ترتیب سے اپنی ذمہ داریوں کے دوران مختلف جہتوں میں کام کیا۔ ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ نے پہلی صدر کی حیثیت سے مسلمان عورت کو بین الاقوامی طور پر چیلنجز سے نمٹنے کا حوصلہ دیا۔ اُن کے بعد محترمہ عافیہ سرور صاحبہ نے پارلیمنٹیریز کو راہنمائی اور معاونت کا فریضہ بھی سرانجام دیا اور کمیشن کے لٹریچر کو فروغ دینے میں بھی بھرپور محنت کی اور فلاح خاندان کا ادارہ بنانے پر توجہ بھی مرکوز رکھی۔ اس کے بعد میری ذمہ داری آئی تو ویمن کمیشن کو خاندان کے ادارے کے ساتھ مربوط کیا۔ متبادل دستاویزات کی تیاری پر توجہ دی۔ اس میں محترم مرزا محمد الیاس صاحب سابق مدیر ہفت روزہ ایشیا نے بھرپور معاونت پیش کی۔ ویمن اینڈ فیملی کمیشن کی کونسل نے مشورہ دیا کہ آپ عالمی طور پر منائے جانے والے دنوں کو اپنے انداز میں منانے کے لیے پروگرام بنائیں اور اپنے Proactive پروگرام کے طور پر اپنے دن منانے کا آغاز بھی کریں۔

4 ستمبر ''یوم حجاب'' کا آغاز ہم 2004ء میں علامہ یوسف القرضاوی کے اعلان پر کیا اور 2008 میں ہم نے عالمی یوم خواتین کو خواتین اسلام کے ناموں سے منانے کا آغاز کیا۔ اسی وجہ سے اُم المؤمنین امی جان بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ سے آغاز کیا اور اُن کو آج کی نوجوان نسل کے لیے رول ماڈل

کے طور پر پیش کیا، ایمان و وفا کی ساتھی کے نام سے مہم چلائی۔ اس کے بعد خزینہ علم و دانش کے نام سے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، خاندان کے لیے مینارۂ نور حضرت فاطمۃ الزہرہؓ اور صبر و شجاعت کے نشان کے طور پر بی بی زینبؓ کو عالمی یوم خواتین میں راہنمائی کے لیے منتخب کیا گیا۔

ڈاکٹر رخسانہ جبیں صاحبہ کی صدارت میں اس دفعہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم کسی ردِ عمل کا حصہ نہیں بنیں گے، ہم اپنا Proactive پروگرام بنائیں گے۔ ہم کسی کے مشتعل کرنے پر اشتعال میں نہیں آئیں گے۔ محترمہ دردانہ صدیقی صاحبہ سیکرٹری جنرل حلقہ خواتین جماعت اسلامی پاکستان نے ہمیں ایک سرکلر میں عالمی یوم خواتین کے لیے پورا پروگرام دیا جو کہ اُن کی سرکردگی میں پورے پاکستان سے مشاورت کے بعد ترتیب دیا گیا۔ انہی ہدایات کی روشنی میں ہم پاکستان کے تمام طبقات تک پہنچے۔ اُن میں یونیورسٹیز، کالجز، خواتین کے ادارے، دینی مدارس، مختلف این جی اوز اور سیاسی اور دینی جماعتیں بھی شامل تھیں۔ دو سال سے جاری عورت مارچ پر بھی مختلف لوگوں کی آراء آتی رہیں۔ کسی نے مشورہ دیا اُن کے مقابلے میں آنا چاہیے، کچھ نے کہا کہ اپنے بینرز کے ساتھ جانا چاہیے، ہماری مشاورتوں کے بعد ہمیں یہ ہدایت آئی کہ ہم ہمیشہ کی طرح اپنے پروگرام کریں گے، کسی سے کوئی تعارض نہیں کریں گے اور سب کو شمولیت کی دعوت دیں گے۔ 29 فروری 2020ء کو محترمہ دردانہ صدیقی صاحبہ نے ایک پریس کانفرنس کے ذریعے اپنا پورا پلان میڈیا کو پیش کیا۔

یکم مارچ کو لاہور میں امیر جماعت اسلامی پاکستان محترم سینیٹر سراج الحق صاحب نے پہلی دفعہ اپنے خاندان کے ہمراہ خواتین کانفرنس میں تکریم نسواں مہم منانے کا اعلان کیا جو یکم مارچ سے 20 مارچ 2020ء تک جاری رہی۔ ہماری کانفرنس میں ہر مکتبہ فکر کے تمام طبقات کی خواتین نے شرکت کی۔ عورت مارچ کی ایک آرگنائزر نے کانفرنس کے بعد کہا، مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے کہ آپ لوگ اتنے منظم ہو کر کام کرتے ہیں اور آپ کا اتنا بھرپور چارٹر ہے۔ یونیورسٹیز کی طالبات بھی شریک ہونے پر بہت خوش تھیں۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ انہوں نے تو اپنے مخالفین کو ساتھ لیا، اپنے انکار کرنے والوں کو اپنا گرویدہ کیا، ایذا پہنچانے والوں کو معاف کیا اور اپنے دائروں میں سمیٹا۔ ہماری کانفرنس میں کیتھڈرل چرچ کی NUNS نے بھی شرکت کی اور ہماری We are All Mary مہم میں شرکت کا یقین دلایا۔ یہ مہم فلسطین میں رہنے والی مسجد اقصیٰ کی چوکیدار خواتین نے شروع کی ہے جنہیں مرابطات کہا جاتا ہے کہ جس طرح حضرت مریمؑ نے بیت المقدس کی خدمت کی اور حفاظت کی اسی طرح ہم بھی اس کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیں گی۔ حضرت مریمؑ مزاحمت کا ایک استعارہ ہے جو اب روئے زمین پر جاری ظلم کے خلاف ہر قوم کی بیٹی کے لیے جدوجہد کی ایک علامت ہے۔ کشمیر، فلسطین، برما، شام، عراق، افغانستان اور دنیا کے گوشے گوشے سے خواتین اس جدوجہد میں شریک ہیں۔

ہماری اس مہم کے خلاف پرائے تو کیا اپنے بھی دانستہ اور نادانستہ طور پر شریک ہوئے۔ ہمارے کچھ دانشور حضرات نے اپنی پسند کا ایک جملہ لیا اور اس پر دلائل کی خودساختہ عمارت تعمیر کر دی۔ میرے خیال میں آج کی مسلمان عورت میدان عمل کے جن معاملات و مراحل سے گزر رہی ہے اس کا ادراک جزیروں میں بیٹھے اور اپنی آواز کی سماعتوں کی گونج سے خوش رہنے والے قابل احترام دانشور نہیں سمجھ سکتے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریروں کے حوالے دیتے ہوئے لوگ بھول جاتے ہیں کہ وہ اسی مغربی جمہوریت اور نظام کے عملی حالات میں خدا بیزاروں کے ساتھ چلتے رہے، انہیں ساتھ لیا، انہیں ساتھ رکھا، ان کے ساتھ چلے، اُن کے پاس گئے، افہام و تفہیم سے کام لیا۔ ہم نے مولاناؒ کی اُن

اصطلاحوں کو جوانہوں نے نظریات کے لیے استعمال کی تھیں افراد پر چسپاں کر کے انہیں اپنی دعوت سے دور کر دیا ہے۔ اس لیے تمام طبقات تک اپنی دعوت پہنچانے کا کام کرنا چاہیے۔ سب کو ساتھ لینے اور سب کے رنگ میں رنگنے، ان جیسا بن جانے اور ان کے نظریات کو قبول کر لینے میں بہت فرق ہے۔ جماعت تو سب کو ساتھ لے کر چلنے کے لیے بنی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو اللہ کا اعلان ہے کہ وہ تمام جہانوں کے لیے رسول اور رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ہم بھی تمام انسانیت کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظام رحمت پہنچانے آئے ہیں جس میں عورت کا ایک غالب اور متحرک کردار ہے اور اسی لیے تو ایک عرب شاعر نے طنزیہ شعر کہا کہ ''جب سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں آئے ہیں دنیا میں عورت ہی عورت ہونے لگی ہے۔'' میرے ڈاکٹریٹ کے مقالے بعنوان ''اسلام کا خاندانی نظام اور عصری تہذیبی تحدیات'' کے دیباچے میں محترم پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بہت حوصلہ دلاتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''آج اُمت مسلمہ بالعموم اور مسلمان عورت بالخصوص ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ایک طرف مغربی تہذیب وثقافت کا سیلاب ہے جو وقت کی ٹیکنالوجی کے مؤثر ترین آلات سے آراستہ ہو کر ہمیں اپنے دین وایمان اور اپنی تاریخ اور روایت سے کاٹ کر مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھال دینا چاہتا ہے اور دنیوی ترقی اور ثروت کے طلسم سے ہماری آنکھوں کو خیرہ کرنے میں مصروف ہے، تو دوسری طرف قدامت اور روایت کے کچھ علمبردار بھی اپنے خلوص کے باوجود رسم ورواج کو اقدار اور اصول کا درجہ دے کر وقت کے حقیقی تقاضوں سے مکمل صرفِ نظر کر رہے ہیں اور زمانے کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے بجائے ماضی کے حصار میں محصور ہو جانے میں عافیت دیکھ رہے ہیں۔ یہ دونوں ہی راستے زندگی اور ترقی کے راستے نہیں، اس لیے۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

اور اگر ہم اپنی بنیادوں کو کمزور اور مضمحل ہونے دیتے ہیں یا وقت کی ضرورتوں کو نظر انداز کرتے ہیں تو مغرب کی یلغار کا مقابلہ ہمارے لیے ممکن نہیں۔ مغلوبیت اور محکومیت سے بچنے کا راستہ وہی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے اور جسے صلحائے اُمت نے اپنے اپنے دور میں کامیابی سے آزمایا ہے، یعنی اصول اور اقدار کے سلسلے میں مکمل استقامت اور ذرائع اور وسائل کے باب میں ضروری لچک اور وسعت۔ اس لیے کہ۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پر اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں''

اللہ کا احسان ہے ہم نے دفاعی مورچوں سے نکل کر اقدامی پوزیشن سنبھالی ہے۔ ہم Reactive نہیں Proactive رہی ہیں اور اس بار کا خواتین کا عالمی دن یہ ثابت کر گیا ہے کہ اجنبی تہذیب کے مقابل اگر کوئی پورے قد سے کھڑا ہے تو وہ ہم ہی ہیں۔ ہمیں ہی جرأت اظہار کا سلیقہ حاصل ہے۔ ہمارے پاس دماغوں کو قائل کرنے کی صلاحیت بھی ہے اور محبت سے مائل کرنے کا ہنر بھی۔ ہزاروں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی منظم قوت بھی ہماری پشت پر موجود ہے اور اس ملک میں جب بھی صدا کا قحط پڑا تو ہم ہی بولیں گی اور بقول مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جب تک ہمارے سر ہماری

گردنوں پر موجود ہیں کوئی مائی کا لعل یہاں کوئی دوسرا نظام نہیں لا سکتا۔ مجھے اپنی راہنما ڈاکٹر سعاد الفاتح کی ایک اور نصیحت بھی ہر وقت یاد رہتی ہے کہ ہم خاندان کے استحکام کے لیے زندگی وار دیں گی، اپنے محبت اور حفاظت کے حصاروں میں جئیں گی اور جینے کا سلیقہ بھی سکھائیں گی، قانتات بن کر فرمانبرداری کے تمغے کو اعزاز جانیں گی مگر ظلم سہنے سے انکار کریں گی۔ اگر ہم خود ظلم اور جبر کے خلاف نہیں کھڑی ہوں گی تو اپنی نسلوں میں مزاحمت کے بیج کیسے بوئیں گی؟؟ میرے سامنے آغا جان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک شعر ڈائری میں درج ہے جو وہ ہر وقت مجھے سناتے رہتے تھے۔

زمشکلات طریقت عنان متاب اے دل　　　　که مرد راه نه اندیشد از نشیب و فراز

اے دل راستے کی مشکلات سے منہ نہ موڑ و کہ بہادر لوگ راستے کے نشیب و فراز سے نہیں ڈرتے۔

ہم نے فیمینزم (نسائیت) کی تحریک کو فیملی ازم یعنی خاندانیت کی طرف موڑنے کی بھرپور سعی کی ہے۔ ہم اس بات پر یقین رکھنے والی عورتیں ہیں کہ ترقی یافتہ معاشروں میں وہی عورت ترقی کی معراج پر پہنچی ہے جس کی پشت پر خاندان کا ادارہ موجود ہے۔ جس نسل کی آبیاری میں عورت نے جان کھپائی ہوئی وہی اس کو خراج ادا کرنے کے لئے اس کی پشتیبانی کرنے کے لئے موجود ہوتی ہے۔ بوسنیا کے سابق صدر محترم عالی جاہ عزت بیگووچ نے بہت صحیح نشاندہی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جس معاشرے میں ڈے کیئر سنٹرز کی بہتات ہو جائے ان معاشروں کو اولڈ ہاؤسز کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ جن والدین کے پاس آج بچے کی پرورش اور تربیت کے لئے وقت نہیں ان بچوں کے پاس پھر والدین کے بڑھاپے کا سہارا بننے کے لئے بھی وقت نہ ہوگا۔ ہم نے عورت کے عالمی دن اور عورت کے حقوق پر مبنی جدوجہد کو اسلام کے روشن آبگینوں کے نام سے منسوب کرنے کی روایت بھی ڈالی۔ عورت جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قواریر'' کا لقب دیا جو بیک وقت اتنی نازک کہ ایک سخت بات سے بھی ٹوٹ پھوٹ جائے اور بیک وقت اتنی مضبوط کہ اللہ نے پوری کائنات میں اپنی صفت تخلیق صرف اسے ہی عطا کی اور اسے انسانیت کی تخلیق اور تعمیر کا گرانبار فریضہ سونپ دیا۔ وہ ایک بے جان لوتھڑے کو انسانیت کی معراج پر پہنچاتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بقول علامہ اقبال ''اسلام کی پردہ نشینوں'' کو اپنے صحیح کردار میں شناخت نہیں دی گئی اس لئے وہ کبھی ترقی نسواں کے فریب میں آئی، کبھی مساوات کی دوڑ میں تھکا دی گئی۔

زیر نظر کتاب ''آبگینوں کا سفر'' حلقہ خواتین جماعتِ اسلامی، انٹرنیشنل مسلم ویمن یونین اور خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیموں کی دو عشرے پر مبنی سرگرمیوں کی روداد ہے، جسے مرتب کیا گیا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو اپنی نئی نسل تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیں اور فیملی ازم اور خاندانیت کی تحریک کو آگے بڑھانے میں اپنا کردار ادا کریں تا کہ عورت کی ترقی کا سفر منزل کی طرف آگے بڑھتا رہے۔

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی
سابقہ ممبر پارلیمنٹ و اسلامی نظریاتی کونسل
صدر انٹرنیشنل مسلم ویمن یونین
مارچ 2022ء

عالمی یومِ خواتین

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ معاشرے کے حسن، وقار، تنظیم اور استحکام کا راز عورت کی پرخلوص قربانیوں اور لازوال جدوجہد میں پوشیدہ ہے مگر یہ بھی تاریخ عالم کی تلخ حقیقت ہے کہ دنیا کی بیشتر تہذیبوں میں عورت کو وہ مقام و مرتبہ نہیں دیا گیا جس کی وہ مستحق تھی۔ کبھی اسے گناہ کی جڑ، کبھی مرد کے پاؤں کی جوتی اور کبھی بازاروں میں فروخت ہونے والی جنسِ بے مایہ سمجھا گیا۔ اسے ہر خطے میں مظلوم، مجبور اور محروم رکھا گیا۔ اسے کوئی سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق حاصل نہ تھے۔ ایسے میں زندہ درگور ہوتی ہوئی عورت کے لیے محسن نسواں نبی رحمت ﷺ ایک ایسا نظام لے کر آئے جس میں اسے انسانیت کے شرف سے نوازا گیا۔ قرآن کا اعلان نہایت صاف اور واضح ہے کہ حقوق کے اعتبار سے مرد اور عورت کا درجہ ایک ہے۔ جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں ٹھیک اسی طرح عورت کے حقوق مرد پر ہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ (البقرہ:۲:۲۲۸)

”عورت کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔

قرآن مجید نے اس آیت کی صورت میں انسان کی معاشرتی زندگی کے سب سے بڑے انقلاب کا اعلان کیا۔ ان چار الفاظ نے عورت کو وہ سب کچھ دے دیا ہے جو اس کا حق ہے لیکن اسے کبھی ملا نہیں تھا۔ ان لفظوں نے اسے محرومی اور شقاوت کی خاک سے اٹھایا اور عزت و مساوات کے تخت پر بٹھا دیا۔

پھر اس اسلوب بیان کی جامعیت پر غور کیجئے کہ زندگی و معاشرت کی کون سی بات ہے جو ان چار الفاظ میں بھی آ گئی؟ اور کون سا رخنہ ہے جو بند نہیں کر دیا گیا؟

البتہ آگے چل کر یہ بات بھی کہی گئی کہ باوجود حقائق کی برابری کے ایک خاص درجہ مرد کے لیے ہے۔ اس خاص درجہ سے مقصود کون سا درجہ ہے؟ اس کا جواب ہمیں سورۃ النساء (24:4) میں ملتا ہے۔

اس میں فرمایا گیا کہ ”مرد عورتوں کے قوام ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی خاندانی زندگی کا نظام قائم نہیں رہ سکتا اگر مرد اس کا اقوام، یعنی بندوبست کرنے والا نہ ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ خاندانی زندگی کا نظام اس طرح چلے کہ شوہر کی حیثیت قوام کی ہو۔ پس اتنا ہی امتیاز ہے جو مرد کو عورت کے مقابلے میں حاصل ہے بشرطیکہ اس انتظامی ذمہ داری کو جو سراسر ایک بوجھ ہے، کو وجہِ امتیاز تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ حقیقت واضح ہے کہ اس امتیاز سے مرد کو کوئی پیدائشی امتیاز

حاصل نہیں ہوجاتا، یہ محض خاندانی نظام کا ایک خاص ڈھنگ ہے جس نے یہ جگہ اسے دلا دی۔فرض کریں کہ متمدن انسانوں کا خاندانی نظام اسی طرح چلنے لگتا ہے کہ انتظام معیشت کی باگ ڈور مرد کی جگہ عورت کے ہاتھ ہوتی تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ امتیاز مرد کے بجائے عورت کے حصے میں آتا۔ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ جہاں تک صنفی درجہ اور حقوق کا تعلق ہے قرآن کے نزدیک دونوں صنفیں برابر ہیں، البتہ گھریلو نظم ونسق اور معیشت کی فراہمی کا کام، نظام معاشرت نے مردوں کے سر ڈال دیا ہے۔اسی کو وہ ایک خاص درجہ سے تعبیر کرتا ہے۔اصلاً یہ ایک طرح کا باہمی تقسیم عمل ہے کہ مرد کماتا ہے اور عورت خرچ کرتی ہے۔مرد انتظام کرتا ہے اور عورت اس کو عملی جامہ پہناتی ہے۔اور پھر وہی عورت جب سال بعد ماں بن جاتی ہے تو اپنے بچے کے لیے وہ اپنے شوہر سے تین درجہ فوقیت حاصل کر لیتی ہے۔یہ خاندانی نظام کا توازن ہے جس میں شوہر بیوی کا قوام ہے۔

دوسری جانب مغربی دنیا نظر آتی ہے جہاں آج بھی عورت اپنے حق کے لیے ماری ماری پھر رہی ہے۔یہاں 8 مارچ کا دن عالمی یومِ خواتین کے طور پر منایا جاتا ہے عالمی یوم خواتین کی تاریخ ایک صدی قدیم ہے۔

8 مارچ 1907ء کو امریکہ کے شہر نیویارک میں لباس سازی کی صنعت سے وابستہ سینکڑوں کارکن خواتین نے مردوں کے مساوی حقوق اور بہتر حالات کار کے لیے زبردست مظاہرہ کیا۔ان کا مطالبہ تھا کہ دس گھنٹے محنت کے عوض معقول تنخواہیں دی جائیں۔ان کے اس احتجاج پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔اس واقعہ کے ایک برس بعد 8 مارچ 1908ء کو نیویارک ہی میں سوئی سازی کی صنعت سے تعلق رکھنے والی خواتین نے ووٹ کے حق اور بچوں کی جبری مشقت کے خاتمے کے لیے مظاہرہ کیا۔اس مظاہرے پر بھی حکومتی مشینری نے پولیس کے ذریعے تشدد کیا۔گھڑسوار پولیس نے سینکڑوں خواتین کو لاٹھیوں سے مار مار کر لہولہان کر دیا۔خواتین کو بالوں سے پکڑ کر سڑک پر دور تک گھسیٹا گیا، نہ صرف یہ بلکہ بہت سی خواتین کو جیلوں میں بند کر دیا گیا۔اس وقت سے لے کر آج تک خواتین اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کر رہی ہیں۔

عالمی سطح پر جمہوریت اور حقوق کے لیے جدوجہد کی تاریخ میں انقلاب فرانس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔خواتین کے حوالے سے بھی یہ انقلاب اہم ہے۔1789ء میں انقلاب فرانس کے دوران پیرس کی خواتین نے آزادی اور برابری کے مطالبات کا نعرہ لگاتے ہوئے ورسل تک مارچ کیا۔ مارچ 1857ء میں امریکہ میں خواتین نے حالات کار کی بہتری کے لیے احتجاج کیا۔1866ء میں ورکرز کی پہلی عالمی کانگریس میں مطالبہ کیا گیا کہ خواتین کو پروفیشنل شعبوں میں ترقی کے مواقع دیے جائیں۔اس کانگریس میں اس روایتی رجحان کے خلاف آواز بلند کی گئی عورت کا مقام صرف گھر ہے۔19 جولائی 1989ء میں کلارا زیٹ کن (Clara Zetinkin) نے دوسری عالمی کانفرنس میں پیرس میں ماؤں اور بچوں کے تحفظات کے ساتھ ساتھ خواتین کی شمولیت کو قومی ادارے میں شمولیت کے لیے اہم قرار دیا۔1899ء میں نیدرلینڈ میں خواتین کا ایک بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا۔اس سال انیسویں صدی ختم ہو رہی تھی۔انیسویں صدی نہ صرف جنگوں کی صدی رہی بلکہ اس صدی کے آغاز ہی سے جنگ کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔اس موقع پر خواتین نے جنگ کے خلاف احتجاج کیا۔8 مارچ 1907ء اور 8 مارچ 1908ء کو نیویارک میں خواتین کا احتجاج قابل دید تھا۔1909ء میں یہ طے پایا کہ ہر سال فروری کے آخری اتوار کو خواتین کا عالمی دن منایا جائے۔1910ء میں کوپن ہیگن میں

سوشلسٹ انٹرنیشنل کے اجلاس میں 17 ممالک سے تعلق رکھنے والی ایک سوخواتین نے شرکت کی، جس میں طے پایا کہ خواتین کے عالمی دن کو پوری دنیا میں منایا جائے لیکن اس کے لیے کوئی مخصوص تاریخ مقرر نہیں کی گئی تھی۔ 1911ء میں کوپن ہیگن کے اجلاس کے مطابق 19 مارچ کو آسٹریا، ڈنمارک، جرمنی، سوئٹزرلینڈ میں خواتین کا عالمی دن جوش وخروش سے منایا گیا، تقریباً دس لاکھ مردوں اور خواتین نے جلوس نکالے، جن میں خواتین کو ووٹ کا حق دینے کے مطالبے کے ساتھ ساتھ ملازمتوں میں ان کے خلاف امتیازی سلوک کی بھی مذمت کی گئی۔ ایک ہفتے بعد یعنی 25 مارچ 1911ء کو نیویارک میں ہونے والی آتشزدگی میں 140 کارکن لڑکیوں کی موت واقع ہوئی۔ اس واقعہ نے امریکہ میں مزدوروں کے لیے کی جانے والی قانون سازی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ 14-1913ء کو خواتین کا عالمی دن منایا گیا لیکن اس زمانے میں پہلی جنگ عظیم کے بادل گہرے ہو چکے تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں ایک جانب جرمنی اور سلطنت عثمانیہ ترکی، مسلمانوں کی آخری خلافت تھی تو دوسری جانب باقی ممالک تھے۔ پہلی جنگ عظیم سے قبل دنیا میں اشتراکیت کے نظریات تیزی سے پھیل رہے تھے خصوصاً روس اور مشرقی یورپ میں کارل مارکس کے اشتراکی نظریات کو بہت تقویت ملی تھی اس زمانے میں روس مین شاہی خاندان کی حکومت تھی۔ فروری 1917ء میں جنگ عظیم اول کے اختتام سے ایک ڈیڑھ برس قبل تک روس کے 20 لاکھ افراد نے روس مین اپنے حقوق کے لیے بھرپور احتجاج کیا جس پر وہاں کے سیاست دانوں نے اعتراضات کیے کہ یہ وقت خواتین کے احتجاج کے لیے موزوں نہیں لیکن احتجاج زوروں پر رہا۔ چنانچہ حکومت نے 23 فروری کو ووٹ کا حق تسلیم کرلیا۔ یہ خواتین کی بہت بڑی کامیابی تصور کی جاتی ہے لیکن اس کے پس منظر میں اشتراکیوں کی قوت تھی۔ 17 اکتوبر 1917ء کو لینن کی سربراہی میں روس میں اشتراکی انقلاب آ گیا اور روس جنگ عظیم اول کے اتحادیوں سے باہر آ گیا۔

انقلاب فرانس کے بعد یہ جدید دنیا کا دوسرا انقلاب تھا جو نظریاتی بنیادوں پر مزدوروں اور کسانوں کی قوت سے رونما ہوا تھا، جس نے روس میں زار شاہی سمیت سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے برپا کیا گیا تھا مگر وہ اپنے مقاصد میں ناکام رہا۔ انقلاب فرانس کے بعد سے لے کر 1917ء تک خواتین کے حقوق کے حوالے سے جتنی بھی بڑی تحریکیں چلیں یا جدوجہد ہوئی، ان میں بھی اشتراکی نظریات رکھنے والوں کا کردار اہم تھا۔

جنگ عظیم اول نے روس کے اکثر خاندانوں کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ سابق دور میں مرد اور عورت کے مصافحہ تک کے خلاف تھا۔ لینن نے فحاشی کے خاتمے اور عصمت فروشی کے رجحانات کے خاتمے پر زور دیا۔ بعدازاں اس کا خاتمہ کیا اور فاحشہ عورتوں کے لیے حکم جاری کیا کہ پارٹی کا کوئی ممبر کسی فاحشہ عورت سے تعلق رکھتا ہو تو پارٹی سے خارج کر دیا جائے گا۔

پہلی جنگ عظیم میں کروڑوں انسانی جانوں کی ہلاکت کے بعد دنیا کو جنگوں سے نجات دلانے کے لیے لیگ آف نیشنز قائم ہوئی لیکن نوآبادیاتی دور میں بڑی قوتوں کی کشمکش اور مالی مفادات کی وجہ سے عالمی فورم سے خواتین کے حقوق کے لیے کوئی قابلِ ذکر اقدامات نہیں کیے گئے۔ اس طرح لیگ آف نیشنز ناکام ہوئی۔ 1939ء میں دوسری جنگِ عظیم شروع ہوگئی جو 1945ء تک جاری رہی۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر روایتی سیاسی نوآبادیاتی

نظام ٹوٹنے لگا۔ اقوامِ متحدہ کا ادارہ قائم تو ہو گیا، جس میں انسانی حقوق کے لیے عالمی سطح پر آوازیں بلند ہوئیں۔ خواتین اور بچوں کے حقوق پر توجہ دی جانے لگی۔ چین نے آزادی کے چند برس بعد ہی 1957ء میں خواتین کے عالمی دن کو منانے کا اعلان کیا، حالانکہ اس وقت چین نے اقوامِ متحدہ کی رکنیت حاصل نہیں کی تھی۔

1977ء میں اقوامِ متحدہ نے قرارداد پاس کر کے خواتین کے عالمی دن کو منانے کا اعلان کیا۔ اس وقت ترقی یافتہ ممالک میں بھی خواتین کے حوالے سے بہت کام ہو چکا تھا۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ ترقی پذیر ملکوں میں خواتین کے حقوق اور جمہوری قوتوں کے حوالے سے جدوجہد جاری رہی۔

زوال کے اس دور میں کہ جب زمانہ اسلام کی برکات سے مستفید نہیں ہو رہا اور مسلمان عورت تہذیبوں کی کشمکش میں ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں ایک طرف جدید تہذیب آندھی اور طوفان کی طرح اُس سے نسوانیت کا غرور، حیا کا چلن، عورت پن اور ممتا سب کچھ چھین لینے کے درپے ہے تو دوسری طرف جاہلانہ رسوم و رواج اُسے وہ بنیادی حقوق بھی نہیں دے رہے جو عورت کا حق ہے اور جن غلط رسوم و رواج کی زنجیروں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے نجات عطا کی تھی۔ اسی لیے موجودہ دور عورت کے لیے بے چینی، اضطراب اور پریشانی لے کر آ رہا ہے۔ انسانی زندگی کے بارے میں ہر پل رویے تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ صدیوں پرانا خاندان کا مستحکم ادارہ اور اُس میں عورت کا مقام کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بچے اپنی ماؤں سے وقت نہ ملنے کے سبب عدم تحفظ کا شکار ہو رہے ہیں خاندان کی تباہی کے منفی اثرات نسلِ نو پر مرتب ہو رہے ہیں۔

عورت کو آزادی، مساوات اور ترقی کے نام پر دھوکہ دے کر اور ان خوشنما نعروں کی آڑ میں محبت اور حفاظت کے حصاروں سے باہر دھکیل کر تنہائی کے عذابوں اور معاش کے گردابوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر حقوقِ نسواں کے لیے کی جانے والی کوششوں اور ان کے اثرات پر بحث کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کے اثرات صرف مغربی عورت تک محدود نہیں رہے بلکہ مشرقی اور مسلمان عورت بھی اس کی زد میں آ چکی ہے۔ اس تبدیلی اور چیلنج سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایک مسلمان عورت کا کردار کیا ہونا چاہئے؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب پانے کی کوشش ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

''عورت پر خاندان کی تباہی کے اثرات''

مغرب کے ٹوٹتے بکھرتے خاندان نظام کا اندازہ الزبتھ کی اس کہانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ الزبتھ نے ہر سانس کے ساتھ قریب آتی ہوئی موت کو ایک ناگزیر حقیقت سمجھ لیا تھا اور اب وہ چاہتی تھی کہ اس کے پاس جتنا بھی وقت باقی ہے وہ اپنے خاندان خاص طور پر اپنے پوتے پوتیوں کے ساتھ گزارنے لیکن اسے یہ بھی علم تھا کہ اس کا بیٹا اب اس کا بوجھ اُٹھانے کی بجائے اسے اولڈ ایج ہوم (بوڑھوں کی پناہ گاہ) میں داخل کروانے کا خواہش مند ہے، جس کا اظہار وہ چند روز قبل کو بھی چکا تھا۔ جب مستقبل بے وجود ہو جائے تو ماضی ہی وہ دریچہ رہ جاتا ہے جس سے گزر جانے والے ہر لمحے کو تصور میں زندہ کیا جا سکتا ہے۔

الزبتھ بھی بند کمرے میں آنکھیں موندے اس وقت کا تصور کر رہی تھی جب اس نے اپنی ساس کو اولڈ وتیج ہوم بھجوایا تھا تا کہ اس کا گھر اس کے شوہر کی بوڑھی ماں کے ''جراثیم'' سے پاک ہو اور آج وقت اپنے آپ کو پھر دہرا رہا تھا۔ اس کی بہو نے پہلے ہی اسے کہہ دیا تھا کہ الزبتھ کی بیماریوں سے اس کے پوتے پوتیوں کو ''خطرہ'' ہے۔ اس کے جراثیم کی وجہ سے بچے کا باپ (یعنی الزبتھ کا بیٹا) پریشان ہے۔ اس لیے الزبتھ کو اب اولڈ ہوم میں رہنا ہوگا، الزبتھ نے اپنے بیٹے اور بہو کو سمجھایا۔ ان کے سامنے روتی رہی کہ میں بچوں سے دور رہ کر انہیں دیکھ لیا کروں گی۔ مگر اسے سختی سے منع کر دیا گیا تھا اور اب وہ اپنا پیارا گھر چھوڑ جانے پر مجبور تھی۔ الزبتھ بہت دکھی اور مایوس تھی لیکن جو کچھ وہ خود ماضی میں کرتی رہی تھی اس کے بعد وہ کیونکر اُمید رکھ سکتی تھی کہ انجام بخیر ہوگا؟ اگر ابھی نہ سہی تو کچھ عرصے بعد یہ تو اس کے ساتھ ہونا ہی تھا۔ وہ بیمار تھی مگر اس کے پاس گھر چھوڑنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

یہ مغرب کے خاندانی نظام کی وہ حقیقت ہے جو ایک معمول بن کر رہ گئی ہے مغربی معاشرے میں خاندان کا ادارہ بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ شادیوں کی شرح میں کمی اور طلاق یافتہ جوڑوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ جب کہ اولڈ ہومز مغرب کے سماجی نظام کا جزو بن چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اسقاطِ حمل، خواتین پر تشدد، جنسی زیادتی، خواتین اور مردوں کے درمیان سماجی عدم مساوات و جنسی امتیاز ''روشن خیالی'' کا ایک ''خوشنما'' منظر پیش کر رہے ہیں۔

ملازمت پیشہ خواتین کے بارے میں Pew Research Center کی رپورٹ کا تجزیہ:

Pew Research Center امریکہ کا ایک مشہور تھینک ٹینک ہے۔ جو کہ معاشرتی وسماجی طور پر تحقیقاتی رپورٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ اس تحقیقی مرکز سے 1997 سے 2007 تک کے عرصے کے دوران گھریلو اور ملازمت پیشہ ماؤں سے انٹرویوز کر کے کل وقتی اور جز وقتی ملازمت کے خاندان کے معمولات پر اثرات اور ان کی دلچسپی میں خاطر خواہ کمی محسوس ہو رہی ہے۔

1997 سے 2007 تک

ماؤں کی کل وقتی ملازمت میں دلچسپی میں کمی

آپ کے لیے کون سی صورت حال پسندیدہ ترین ہے؟

کل وقتی ملازمت، جز ووقتی ملازمت یا گھر سے باہر ملازمت نہ کرنا؟؟

	ملازمت پیشہ مائیں			گھریلو مائیں		
	1997	2007	تبدیلی/کمی	1997	2007	تبدیلی/کمی
کل وقتی ملازمت	32	2	-11	24	16	-8
جز ووقتی ملازمت	48	60	+12	37	33	-4
گھریلو	20	19	-1	39	48	+9
معلوم نہیں	-	-	-	-	3	-

★ اس گراف کے مطابق 1997ء میں ملازمت پیشہ ماؤں کی کل وقتی ملازمت میں دلچسپی کی شرح 32 فیصد ہے۔ جب کہ 2007 میں یہ شرح 21 فیصد ہے۔ ان دس سالوں میں کل وقتی ملازمت میں دلچسپی کی شرح 11 فیصد کمی ہوئی ہے۔ ملازمت پیشہ ماؤں کی کل وقتی ملازمت میں دلچسپی میں کمی کی طرف رجحان پایا گیا۔

★ 1997ء میں جزوقتی ملازمت میں دلچسپی کی شرح 48 فیصد ہے اور 2007 میں یہ شرح 60 فیصد ہے۔ جز ووقتی ملازمت میں ملازمت پیشہ

ماؤں کی دلچسپی کی شرح 48 فیصد ہے اور 2007 میں یہ شرح 60 فیصد ہے۔ جز وقتی ملازمت میں ملازمت پیشہ ماؤں کی دلچسپی میں 12 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ ملازمت پیشہ ماؤں نے جز ووقتی ملازمت کو کل وقتی ملازمت سے زیادہ پسند کیا ہے۔

★ ملازمت پیشہ ماؤں کے باہر ملازمت نہ کرنے میں دلچسپی کی شرح 1997ء 20 فیصد اور 2007 میں 19 فیصد ہے۔ گھریلو ماؤں کی کُل وقتی ملازمت میں دلچسپی کی شرح 1997ء میں 24 فیصد ہے۔ جب کہ 2007ء میں کُل وقتی ملازمت میں دلچسپی کی شرح 16 فیصد ہے۔ کُل وقتی ملازمت میں گھریلو ماؤں کی دلچسپی کی شرح میں 8 فیصد کمی واقع ہوئی۔

★ جز وقتی ملازمت میں گھریلو ماؤں کی دلچسپی کی شرح 1997ء میں 37 فیصد ہے اور 2007ء میں شرح میں کمی ہو کر 33 فیصد ہو گئی ہے۔ گھریلو ماؤں کی جز وقتی ملازمت کی دلچسپی میں ۴ فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے۔

گھریلو ماؤں کی باہر ملازمت نہ کرنے میں دلچسپی کی شرح 39 فیصد ہے جب کہ 2007ء میں یہ شرح 48 فیصد ہو گئی ہے۔

اس گراف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور خاندان میں رہنا عورت کی فطرت میں ہے اور اس کی یہ فطری دلچسپی اس مادہ پرست دور میں بھی بڑھ رہی ہے۔ ملازمت پیشہ اور گھریلو ماؤں نے ملازمت کل وقتی اور جز وقتی دونوں میں کم دلچسپی کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

کام کرنے والی ماؤں کی ترجیحات:

2007ء میں 2000 لوگوں پر مشتمل ایک سروے میں صرف 21 فیصد ماؤں نے جن کے بچے 18 سال سے کم عمر کے تھے یہ کہا کہ ان کے لیے بہترین صورت حال یہ ہے کہ وہ فل ٹائم کام کریں۔ 2007ء میں اس میں کمی آ گئی۔

جن لوگوں نے پارٹ ٹائم کام کرنے کو ترجیح دی ان کا شمار 1997 سے آج کے دور تک 48.60 فیصد بڑھ گیا۔ (درحقیقت صرف ایک چوتھائی مائیں جز وقتی ملازمت کرتی ہیں۔)

گھر پر رہنے والی ماؤں کی ترجیحات (1997-2007):

1997ء میں تقریباً 4 میں سے ایک نے کہا کہ ہم فل ٹائم کام کو ترجیح دیں گی۔ 2007ء میں صرف 16 فیصد نے اس بات کا جواب دیا۔

تمام ماؤں کی ترجیحات (1997-2007ء):

2007ء میں 18 فیصد نے کہا کہ ہم فل ٹائم کام کرنا چاہتی ہیں، جب کہ 1997 میں یہ شرح 31 فیصد تھی۔

باپ کی ترجیحات (2007)

16 فیصد مرد جن کے بچے چھوٹے تھے انہوں نے Pew Poll میں کہہ کہ بچوں کے ساتھ گھر میں وقت گزارنا انہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔

ماؤں اور کام کے اعداد و شمار:

درحقیقت 72 فیصد مائیں ایسی ہیں جن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ وہ ساتھ ساتھ ملازمت بھی کرتی ہیں۔ یہ اعداد و شمار 1975ء میں 47 فیصد تک بڑھ گئے اور 1997ء سے لے کر اب تک اپنی جگہ قائم ہیں۔ ایک اور سروے کے مطابق آدھی سے زیادہ شادی شدہ عورتیں جن کے 18 سال سے کم عمر کے بچے ہیں فل ٹائم کام نہیں کرتیں اور تقریباً آدھی ایسی ہیں جو کوئی کام نہیں کرتیں۔

برسرروزگار عورتیں اور ان کی تعلیم کا تناسب:

1997ء میں صرف 9 فیصد میڈیکل کی ڈگریاں، 7 فیصد Law کی ڈگریاں اور 4 فیصد بی اے کی ڈگریاں عورتوں میں تقسیم کی گئیں۔
30 سال بعد یہ تناسب بڑھ کر ترتیب کے لحاظ سے 43 فیصد، 47 فیصد اور 41 فیصد ہو گیا۔ صرف 38 فیصد عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے 1981، 1985، 1991ء میں ہارورڈ بزنس سکول سے گریجویشن کیا۔ اب وہ فل ٹائم کام کرتی ہیں۔
2003 میں ''ییل'' میں 50 فیصد، برکلے لاء سکول میں 63 فیصد، ہارورڈ میں 46 فیصد، کولمبیا میں 51 فیصد، انڈر گریجوائٹ، بزنس میجر میں 50 فیصد، ایم بی اے میں 30 فیصد عورتوں نے داخلے لیے۔
لاء کی فرموں میں صرف 16 پارٹنر عورتیں تھیں۔ 16 فیصد کارپورٹ آفیسر تھیں۔ 500 میں سے 8 فارچون کمپنیوں میں عورتیں (سی ای او) تھیں۔ 435 میں سے 62 ہاؤس آف ریپریزینٹو کی ممبر عورتیں تھیں اور 100 میں 4 سینٹ کی ممبر تھیں۔

عورتوں کو کام کیوں کرنا پڑتا ہے؟

ڈیلی ٹائمز مین ایملیہ مارن تیارگی نے اس سوال کے جواب میں کہ '' آج کی ماؤں کو پیسوں کے لیے کیوں اتنی زیادہ دیر دفتر میں اور آفس میں کام کرنا پڑتا ہے؟ بتایا
ہاں! یقیناً وہ خواتین جنہوں نے اپنی دادی ماؤں سے مشورہ کر کے کسی ڈاکٹر، کسی وکیل اور کسی ایگزیکٹو کے ساتھ شادی صرف اپنے آپ کو خوش

رکھنے کے لیے کی یا پھر اپنے آپ کو اُفق پر دیکھنے کے لیے مگر اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے انہیں کام کرنا پڑتا ہے۔

70 کی دہائی سے لے کر اب تک ایک اوسط درجے کے خاندان کے گھر کا بجٹ 69 فیصد سے بھی زیادہ بڑھ گیا ہے جب کہ ایک اوسط درجے کی مرد کی کمائی ایک فیصد سے بھی زیادہ کم ہوگئی ہے۔اب اس اونچ نیچ کو کس طرح ٹھیک کیا جا سکتا ہے؟ ظاہری بات ہے، ماں کے پیسوں سے۔ ایک اوسط درجے کا جوڑا اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ 127,000 ڈالرز سے زیادہ ایک گھر پر خرچ کرتا ہے، جو کہ 20 سالوں کے اندر اندر 720,000 ڈالرز سے تجاوز کر گیا ہے۔اس کے علاوہ ایک پری سکول ہوتا ہے۔جو زیادہ تر ایلیمنٹری سکول کے لیے بنیادی شرط ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مائیں یہ چاہتی ہیں کہ ان کا بچہ ابتدائی تعلیم ضرور کسی اچھے سکول سے حاصل کرے، جس طرح ماہرین تعلیم کہتے ہیں، اس کے لیے بہت سے پیسوں کی ضرورت ہے۔ایک فل ٹائم پری سکول پروگرام پر تقریباً سالانہ 5,000 ہزار ڈالرز کی لاگت آتی ہے ۔اس کے علاوہ، ریاستی یونیورسٹیوں میں ایک سال کی ٹیوشن اور اس میں انشورنس کی رقم بھی شامل کریں اور وہ رقم بھی شامل کریں اور اس کے علاوہ رقم بھی جو ایک بچے کو کالج میں داخلے کے وقت دینی ہوتی ہے۔جس میں وقت کے ساتھ ساتھ دوگنا اضافہ ہوا ہے اور زیادہ تر مڈل کلاس عورتوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے وہ کوئی نہ کوئی نوکری کریں۔

خواتین اور مردوں میں صنفی امتیاز:

یورپ میں خودمختار زندگی اور خاندان سے الگ رہنے کے رجحان کے نتیجے میں عورتوں میں غربت مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔اس وقت 19 فیصد مردوں کے مقابلے میں 21 فیصد خواتین غربت کی نچلی سطح پر زندگی گزار رہی ہیں۔ مغربی معاشرے میں مساوی حیثیت کے دعویٰ میں تضاد کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ملازمت پیشہ خواتین کو مردوں کے مقابلے میں فی گھنٹہ 15 فیصد کم اجرت پر ملازمتیں فراہم کی جاتی ہیں (یہ اعداد و شمار 2006ء کے ہیں) جب کہ مجموعی طور پر سال بھر میں خواتین مردوں کے مقابلے میں ملازمت کے مواقع کم فراہم کیے جاتے ہیں۔اسی طرح خواتین کو مردوں کے مقابلے میں ملازمت کے مواقع کم فراہم کیے جاتے ہیں۔اگر ہر 100 میں سے 72 مردوں کو ملازمتیں حاصل ہیں تو اس کے مقابلے میں خواتین میں یہ تناسب 7.5 رہی۔2001ء سے 2007ء کے دوران خواتین کو مستقل کی بجائے عارضی طور پر ملازمت دینے کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔اور اس کی شرح 41 فیصد سے بڑھ کر 46 فیصد ہوگئی، جب کہ مردوں میں یہ تناسب صرف بیس فیصد کے قریب رہا۔تقریباً 63 فیصد یورپی خواتین اپنے بچوں کے اخراجات خود اٹھانے پر مجبور ہیں۔

ان چند اعداد و شمار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یورپ میں خواتین کو مساوی حیثیت دینے کے دعوے میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مغربی معاشرہ ایک ایسی بند گلی میں پہنچ چکا ہے کہ جہاں مذہب کی طرف واپسی کے علاوہ تمام بند راستے ان کا منہ چڑا رہے ہیں اور دیکھنا یہ ہے کہ آخر کب تک مغربی معاشرے کے افراد سپاٹ دیواروں سے ٹکرانے اور بے بسی سے اپنی تباہی کا تماشا دیکھتے ہیں۔

انیسویں صدی کی آخری ربع میں خواتین کے حقوق کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں کے اولین مطالبات مرد و زن کے درمیان سیاسی، سماجی، اور معاشی مساوات کے دل فریب اور پر کشش نعروں پر مشتمل تھے لیکن رفتہ رفتہ اس تحریک نے نہ صرف عورت اور مرد کے سماجی بندھن کو نشانہ بنایا بلکہ ہر قسم کی خاندانی مذہبی اور سماجی پابندیوں سے بیزاری کا اعلان بھی کیا گیا۔ آزاد خیال اور عقلیت پرست سائنسدانوں اور مفکرین کی علی الاعلان حمایت اور مذہبی حلقے کی درماندگی، کم مائیگی اور بے بصیرتی کے باعث یہ جھاڑیاں پھلتی پھولتی زہر ہلاہل بن کر انسانیت کی رگوں میں دوڑنے لگی۔ انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کی ضروریات نے ان نو خیز نظریات کو پنپنے میں مہمیز کا کام کیا اور مرد و زن کے آزادنہ اختلاط کی راہ ہموار کی۔ جذباتیت پر مبنی لٹریچر اور اقدار کی حمایت نے مرد و زن کی مساوات پر مبنی نعروں اور مطالبوں میں وہ دلکشی پیدا کی کہ بالآخر مغربی عورت نے تمام سماجی اور خاندانی بندھن توڑ کر سرمایہ پرست غربی معاشرے کی بھوک مٹانے کے لیے گھر کی دہلیز سے باہر قدم نکال لیا۔ یوں ایک ایسے معاشرتی انحطاط کا آغاز ہوا جس کی بنیادیں مزید گہری ہو رہی ہیں۔

ماں کی ممتا بمقابلہ آزادیٔ نسواں:

امریکن ٹی وی کا ایک مقبول پروگرام ''اوپرا'' دیکھتے ہوئے مجھے یہ لگا کہ امریکہ کو آزاد خیال عورتیں ابھی تک اپنے ذریعہ معاش اور ماں بننے کی جبلت کے درمیان پھنسی ہوئی ہے۔ حیران کن طور پر کچھ ماؤں کو اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزارے کے لیے روتے ہوئے دیکھا اور ان خواتین کو جنہوں نے بچوں کی خاطر اپنے پیشے کو خیر باد کہہ دیا۔ یہ باتیں آنکھیں کھول دینے والی تھیں اور یہ انکشاف ہوا کہ آزاد امریکی عورتیں اس معاملے میں کتنا تذبذب کا شکار ہیں کہ جو بنیادیں انہوں نے اپنے معاشرے کو بنانے کے لیے رکھی تھیں، اس معاملے سے قطع نظر کہ حکومت نے ماؤں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کافی کوششیں کیں کہ وہ کام پر آئیں لیکن گزرنے ہوئے سالوں میں اس معاملے میں کوئی کمی آتے ہوئے نہیں دیکھی گئی ہے۔ زیادہ تر جوڑوں میں مائیں ہیں جو اپنے ذریعہ معاش سے کنارہ کشی اختیار کر گئیں تاکہ وہ اپنی ممتا کی تسکین کر سکیں اس طرح کے رجحانات نے مجھے کافی محظوظ کیا کیونکہ میں ان کی مغربی آزاد خیالی کو خطرے میں پڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

نیو یارک ٹائمز میں ایک آرٹیکل شائع ہوا تھا۔ان کا نام Study Links Working Mothers to Slower Learning تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ جلد نوکری شروع کر دینا ان کے بچوں کی ذہنی نشو نما پر غلط اثرات مرتب کرتا ہے۔اس آرٹیکل میں یہ لکھا گیا تھا کہ جو بچے زیادہ تر وقت ڈے کیئر سنٹرز میں گزارتے ہیں وہ غصیلے ہو جاتے ہیں اور ان کی طبیعت میں بہت ساری کمی رہ جاتی ہے۔ جسے صرف اس کی ماں ہی پوری کر سکتی ہے اور کوئی نہیں۔

اس رپورٹ کے مطابق پورا دن ملازمت کرنے والی ماؤں کے بچے سکول میں بہت خراب نتائج کے حامل ہیں۔ ایک ریسرچ کے مطابق جلدی گھر آ جانے والی ماؤں کے بچے کے اے لیول پاس کرنے کے چانسز 50/60 فیصد تک بڑھ جاتے ہیں۔ باپ کی ملازمت اس معاملے میں کم اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ تحقیق 1970ء میں پیدا ہونے والے لوگوں کی زندگی اور ان کی تعلیمی کیریئر کے دوران ہونے والی ترقی پر مشتمل ہے۔ یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ کم قابلیت ان بچوں میں پائی گئی جن کی مائیں بچے کے پانچ سال تک کا ہونے سے پہلے ہی ملازمت میں چلی گئیں۔فل ٹائم کام کرنے والی ماؤں کے بچوں میں نفسیاتی امراض بھی زیادہ دیکھنے میں آئیں۔اس رپورٹ سے یہ ثابت کی گئی کہ وہ بچے جن کا وقت اپنے والدین کے ساتھ کم گزرتا ہے وہ نالائق ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آرٹیکلز اور ریسرچ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ماڈرن عورت کو اپنی پسند کا اختیار دیا جائے تو اپنے ذریعہ معاش سے زیادہ اپنے بچوں، خاندان اور ذاتی زندگی کو ترجیح دے گی۔

تشدد اور خواتین کی زندگی پر اس کا اثر:

عورتوں کے خلاف تشدد کئی شکلوں میں موجود ہے جو کہ صرف گھریلو تشدد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں خوفزدہ کرنا، بے حرمتی کرنا، عورتوں اور بچوں کو کام کی جگہ پر ہراساں کرنا، زبانی گالم گلوچ کرنا اور نفرت کی نظر تک سے دیکھنا شامل ہے۔اس سلسلے میں حقائق اور اعداد و شمار اکھٹے کیے گئے ہیں۔ظاہر کرتے ہیں کہ تشدد ایک ایسا رویہ ہے جسے فوری طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔تمام عورتیں کسی امتیاز کے بغیر کسی بھی طبقے، قابلیت ،عمر، نسل، عقیدہ، تعلیم، شکل وصورت اور رنگ تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

گھریلو تشدد:

گھریلو تشدد بنیادی طور پر عورتوں کے خلاف تشدد کی ایک قسم ہے مگر مرد بھی اس کا شکار ہوتے ہیں۔ National Crime Victimization کے اعداد و شمار مطابق 6 لاکھ 91 ہزار 7 سو دس تشدد کے واقعات موجود یا سابقہ شوہر کی طرف سے ہوتے ہیں۔

2001ء میں تقریباً پانچ لاکھ 88 ہزار 4 سونوے عورتوں پر گھریلو تشدد کی شرح سفید فام عورتوں کی شرح سے سیاہ فام عورتوں کی شرح سے زیادہ ہے۔گھریلو تشدد کے ایک ہزار میں سے 29 واقعات سیاہ فام عورتوں کے اور ایک ہزار میں سے 20 واقعات سفید فام عورتوں کے ہوتے ہیں۔

National Violence Against Women Survey کے مطابق لاطینی عورتوں پر جسمانی تشدد کی ایک رپورٹ کے مطابق 7.9 فیصد لاطینی عورتیں زیادتی کا شکار، 21.2 فیصد عورتیں جسمانی تشدد کا شکار اور 4.8 فیسد عورتیں شوہر کے تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ عورتیں اپنے موجودہ اور سابقہ بوائے فرینڈز کے ہاتھوں تمام زندگی خوفزدگی کا شکار رہتی ہیں ان میں اس تشدد کے واقعات کو رپورٹ کرنے کی شرح سفید فام عورتوں سے 2.2 فیصد زیادہ ہے۔

آبروریزی اور جنسی امراض:

یورپ میں جنسی تعلقات کی مکمل آزادی کے باوجود عصمت دری کے واقعات کی شرح بہت زیادہ ہے۔صرف برطانیہ میں ہی سالانہ 50 ہزار کے قریب خواتین کی عصمت دری کی جاتی ہے جن میں سے صرف چھ فیصد ملزمان کو ہی سزا دی جاتی ہے۔ جب کہ 16 سال یا اس سے بھی کم عمر لڑکیوں کی بڑی تعداد کو ان کے ساتھی طالب علم، اساتذہ یا رشتے داروں کی طرف سے جنسی زیادتی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اسی طرح یورپ کے چند ممالک جیسے فن لینڈ میں 25 فیصد، ہالینڈ میں 30 فیصد کے قریب، سویڈن میں 49 فیصد اور برطانیہ میں 25 فیصد غرض پورے یورپ میں 30 فیصد خواتین کو اپنی پوری زندگی میں کم از کم ایک دفعہ جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یورپ میں عورتوں پر تشدد اور جنسی زیادتی کے بعد علاج معالجے اور مقدمات میں سالانہ 50 ارب ڈالر خرچ کر دیے جاتے ہیں۔

اس طرح یورپ خاص طور پر مشرقی یورپ میں ہر سال دس لاکھ معصوم بچے جن میں بڑی تعداد لڑکیوں پر مشتمل ہوتی ہے کو جنسی مقاصد کے لیے فروخت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بدکاری کی مکمل آزادی کی وجہ سے 2004ء میں یورپ کی 34 فیصد خواتین ایڈز یا دیگر موذی جنسی امراض میں مبتلا تھیں۔ ادارہ صحت کے اندازے کے مطابق اس شرح میں 8 سے 10 فیصد اضافہ ممکن ہے۔

FBI,US Dept of Justice کی رپورٹ:

☆ امریکہ میں اڑھائی منٹ کے بعد ایک عورت کو زیادتی (Rape) کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اِن میں زیادہ تر بارہ سال

اوپر کی بچیاں ہیں۔(US department of Justice 2003.)

☆ 1996ء میں 3,07,000 عورتیں زیادتی Attempted Rape اور Sexual Assault کا شکار ہوئیں۔

جب کہ 1995-1996 کے درمیان 6,70,000 عورتیں زیادتی کا شکار ہوئیں۔

☆ 74 فیصد زیادتی کی شکار جانتی ہیں کہ انہیں کس نے ریپ کیا۔

مندرجہ ذیل اعداد وشمار، 1995-2003 National Crime Survey اور USA Dep of Justice تک کے ہیں۔

☆ ہر پانچ میں سے ایک ریپ پبلک جگہ یا پارکنگ میں ہوتا ہے۔

☆ 55 فیصد زیادتی کرنے والے Rapists شراب یا کسی دوسرے نشے میں ہوتے ہیں۔

☆ 41 فیصد زیادتی کی شکار عورتوں کو ہسپتال کی ضرورت پڑتی ہے۔

☆ Rape Victim عورتوں میں 96 فیصد بارہ سال سے کم عمر بچیاں ہیں۔

☆ (Child Abuse) بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے والے اوسطاً 7 بچوں کو نشانہ بناتے ہیں۔

امریکہ میں عورتوں پر جنسی تشدد:

(Rape,Abuse and Incest National RAINN Network) جو کہ عورت پر تشدد کے اعداد وشمار اکٹھا کرنے کا امریکہ کا قومی کا ادارہ ہے، اس نے قومی شماریات کے عنوان سے درج ذیل اعداد وشمار جاری کیے ہیں۔

حالیہ اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ امریکہ میں جنسی تشدد اور زیادتی کے واقعات پورے معاشرے میں زہر کی طرح سرایت کر چکے ہیں۔

امریکہ میں ہر آدھے منٹ میں دو عورتیں جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہیں۔

1996 میں 3 لاکھ 7 ہزار جنسی زیادتی کا شکار ہوئیں۔ اصل تعداد اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔

1995 اور 1996 کے درمیان تقریباً چھ لاکھ ستر ہزار عورتیں زیادتی کا شکار ہوئیں۔

جنسی جرائم کی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ ان کا رپورٹ نہ ہونا ہے۔ عورتوں کی طرف سے ان کی جرائم کو رپورٹ نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہے، انہیں مجرم کی طرف سے ہراساں کرنے کا خوف ہوتا ہے۔

☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے 1996 میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ صرف واقعات رپورٹ ہوتے ہیں۔یعنی ہر تین میں سے صرف ایک واقعہ۔

☆ تقریباً 74 فیصد زیادتی کا شکار ہونے والی عورتیں مجرم کو جانتی ہیں۔

☆ تقریباً 14 فیصد اپنے بہت ہی قریبی ساتھی، 50 فیصد اپنے واقف کاروں اور 7 فیصد اپنے قریبی رشتہ داروں کی زیادتی کا شکار ہوتی ہیں۔

خوف کی زندگی:

امریکہ کے ادارے انصاف کے اعداد وشمار کے مطابق:

☆ ہر پانچ میں سے ایک زیادتی عوامی جگہوں یا پارکوں میں ہوتی ہے۔

☆ 29 فیصد متاثرہ خواتین کی رپورٹ کے مطابق مجرم اجنبی ہوتے ہیں۔

☆ 59 فیصد زیادتی کے واقعات شام چھ بجے سے صبح چھ بجے کے درمیان ہوتے ہیں۔

☆ 55 فیصد مجرم نشے کی حالت میں ہوتے ہیں۔

☆ 16 فیصد زیادتی کے واقعات میں مجرم اسلحہ استعمال کرتا ہے۔

☆ ہسپتالوں کے شعبہ حادثات میں 33 فیصد عورتیں زیادتی کا شکار ہیں۔

ان رپورٹس کے چشم کشا حقائق ہمیں علامہ اقبال کا یہ شعر یاد دلاتے ہیں:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے خود آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

مغربی تہذیب کے زوال کا آغاز تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک دن عورت کا منا لیتے ہیں، ایک دن ماؤں کا اور ایک دن باپ کا، پھر سارا سال یہ مظلوم عورتیں اور والدین اپنے حقوق کے لیے اس دن کا انتظار کرتے رہتے ہیں اور اب ہمارے ہاں جس طرح اخلاق باختہ اور حمیت وغیرت

سے عاری تہذیب حاوی ہوتی چلی جارہی ہے اس پر ساری قوم کو فکر مند ہونا چاہیے۔ آج سے 17 سال قبل جب ہم بیجنگ پلس فائیو B+5 کانفرنس میں نیویارک میں شریک تھے تو ہم بہت ہی نامانوس اصطلاحوں کو سمجھ ہی نہ پاتے تھے اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دیتے کہ ہمارے معاشرے کا مسئلہ نہیں ہے۔ مگر اب معاشرے سے حیاء کا چلن ختم ہوتا چلا جارہا ہے اور میڈیا پر چیختے چنگھاڑتے اخلاق باختہ پروگرام ہر چینل کھلے عام دکھا رہا ہے اور نہ عورت کی پامال ہوتی عزت کسی کو نظر آرہی ہے اور نہ اپنی سماجی اقدار، غیرت اور حمیت تو نام تھا جس کا وہ اہل وطن میں ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔ لیکن!

ہم مایوس نہیں ہیں!! مسلمان عورت کی زندگی میں مایوسی کا موسم نہیں آتا ہمیں اپنے رب سے قوی امید ہے کہ ہم بہت ضعیف اور کمزور ہیں مگر وہ اپنی قوت سے ہمیں دوبارہ عزت و سربلندی کا مقام عطا کرے گا۔ وہ نسل دیوانہ وار آگے بڑھتی ہوئی دکھائے دے رہی ہے جو مزاحمت کا علم بلند کیے ہوئے ہے۔ ہم خواتین کے عالمی دن پر یہ پیغام دیتی ہیں کہ جو بھی اس جدوجہد میں عزم و ہمت سے قدم بڑھائے گا، اللہ کامیابی کے راستے اس کے لیے خود کھولے گا۔ نیل کا ساحل تو بیدار ہو چکا۔ آیئے! ہم کاشغر کی خاک تک اپنی عورت کو اپنے گھر اور حرم کی پاسبانی کے لیے بیدار کرنے کے لیے اپنی شمع جلاتے جائیں!!!

حلقہ خواتین جماعت اسلامی کا سفرِ انقلاب

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

میں اس بہت ہی نورانی چہرے والے بزرگ کے قدموں کے بالکل پاس ہی بیٹھ کر بڑی محویت سے انہیں سن رہی تھی اور اپنے آغا جان کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہی تھی جو انہوں نے مجھے پشاور سے لاہور اجتماع کے لئے رخصت کرتے ہوئے کی تھی کہ راحیل! جو کچھ بھی مقرر بولے وہ تم لکھتی جانا اور آ کر مجھے بتانا۔ پرائمری سکول کی طالبہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ مقررین کی باتوں کو بہت زیادہ سمجھ تو نہ پا رہی تھی مگر جب آخری دن اعلان ہوا کہ اس ہستی کا خطاب ہونے والا ہے جس کی تحریروں اور تقریروں سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے اور جس کی شہرت چہار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہے تو مسرت اور خوشی کے وہ جذبات آج بھی مجھے یاد ہیں کہ میں اس عظیم ہستی کو آج دیکھوں گی اور سنوں گی اور یہ وہ آخری خطاب تھا جو انہوں نے اسلامی جمعیت طالبات کے سالانہ اجتماع سے کیا تھا اور غالباً یہ 1976ء کی بات ہے۔

اجتماع کے بعد ہماری ناظمہ اعلیٰ محترمہ بدرالنساء ہم چند جمعیت کی طالبات کو اس ہستی کے گھر ان سے ملانے لے گئیں۔ اماں جان نے ہمیں بڑے پیار سے بٹھایا اور کہا کہ وہ ابھی آنے والے ہیں۔ آپ ان کے کمرے میں ان کا انتظار کر لیں اور جب وہ کمرے میں داخل ہوئے تو یوں لگا جیسے جلال و جمال کی خصوصیات سے مزین ایک روشن آفتاب طلوع ہو گیا ہے۔ مجھے ابھی تک ان کی شخصیت کا وہ سحر محسوس ہوتا ہے۔

اسلامی جمعیت طالبات اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ یہ پہلی یاد میری زندگی کا حسین سرمایہ ہے جن سے میں آج تک فیض حاصل کر رہی ہوں۔ ہمارے گھر میں مولانا محترم کا ذکر بڑے احترام اور محبت سے ہوتا تھا۔ ہمارا پورا گھرانہ دیوبندی مکتبہءفکر سے وابستہ تھا اور دین وسیاست کو یکجا کرنے میں میرے بزرگوں کا بہت عمل دخل رہا ہے۔ ایسے میں میرے ننھیال اور ددھیال دونوں ترجمان اور اسلامی جمعیت طلبہ کی وجہ سے مولانا محترم سے متعارف ہوئے۔

آغا جان کہتے ہیں کہ میں آٹھویں جماعت میں اسلامی جمعیت طلبہ میں شامل ہوا اور مولانا مودودیؒ سے تعارف نصیب ہوا۔ وہ ہمیشہ ان کو یاد کر کے آبدیدہ ہو جاتے ہیں کہ جس شخصیت کو میں ساری عمر آئیڈیلائز کرتا رہا اور جس کی جماعت کی خاطر زندہ باد کے نعرے لگاتا۔ آٹے کی لئی بنا کر ساری رات دیواروں پر پوسٹر لگاتا۔ الخدمت کے ٹرکوں کے ساتھ کارکن کے طور پر مصیبت زدہ علاقوں میں جاتا، اجتماع گاہ میں دریاں بچھاتا تھا۔ اس وقت کہیں ذہن کے دور دراز گوشے میں بھی یہ تصور نہ تھا کہ میں اس ہستی کا جانشین بنوں گا اور یہ اتنی بڑی ذمہ داری میرے سپرد کی جائے گی۔

ہمارا روایتی دین دار گھرانہ جب مولانا مودودیؒ کی فکر رسا سے فیض یاب ہوا تو آغا جان نے ہماری تربیت میں بھی پھر کوئی کسر نہ چھوڑی اور بچپن سے ہی ہمیں جمعیت سے وابستہ کر کے اور مولانا کا لٹریچر ازبر کرانے کی حد تک سمجھاتے، تفہیم القرآن کا مطالعہ ہمارے گھر کے روزانہ معمولات کا لازمی جزو

ہے۔ایک دن میں نے کہا کہ آغا جان! مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کے لئے اور درجات کی بلندی کے لئے تفہیم القرآن ہی کافی ہے۔ آج کے جدید ذہن کے طالب علم پر یہ ان کا سب سے بڑا احسان ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک تفہیم القرآن ان کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے لیکن ان کا سب سے بڑا احسان اس امت پر اور اس قوم پر ''جماعت اسلامی'' ہے جو انہوں نے بالکل اسی نہج پر بنانے کی کوشش ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا اور اخلاص اور للّٰہیت اور امت مسلمہ کے عروج کے شوق کے ساتھ انہوں نے یہ گروہ تیار کیا اور اللہ نے ان کے اخلاص کو اتنی برکت دی ہے کہ 75 افراد کا یہ چھوٹا سا قافلہ اب ایک سیل رواں بن چکا ہے اور پوری دنیا میں تحریک اسلامی سے وابستہ مخلص کارکنوں کے وجود سے وہاں کے معاشروں میں اسلام کی خوشبو پھیل رہی ہے۔ دنیا کے جس کونے میں بھی چلے جائیں۔ جماعت یا جمعیت کا کارکن استقبال کے لئے موجود ہوتا ہے۔ یہ سب مولانا محترم کا فیضان ہے۔

آج اسلام دشمن قوتیں تحریک اسلامی کی جس بیداری سے لرزہ براندام ہیں۔ خواب خرگوش میں مست ڈوبی ہوئی قوم کو بیدار کرنے میں مولانا محترم کا بڑا حصہ ہے۔ ان کے دیئے ہوئے لٹریچر اور ان کی منظم کی ہوئی جماعت اسلامی کی بدولت معاشرے میں خیر پھیل رہا ہے اور بدی کے مقابلے میں نیکی منظم ہوئی ہے۔ ان کی قائم کی ہوئی تنظیم کا اعتراف آج ہر دوست اور دشمن کرتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہماری قوم کی بڑی بدنصیبی ہے کہ اس نے مولانا محترم کی قدر نہ کی۔ ان جیسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں اور انہیں غیر متنازعہ شخصیت کے طور پر یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔

ان کی بنائی ہوئی تنظیم ہماری قوت ہے اور ان کا دیا ہوا اعتماد ہمارا اثاثہ ہے۔ ان کی دی ہوئی فکر کی بدولت آج ہم جدید دور کے چیلنجز کا مقابلہ کرسکنے کے قابل ہوئے ہیں۔ آج کی اکیسویں صدی کی مسلمان عورت پر مولانا محترم کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے عورت کا اپنے قابل قدر ماضی سے بھی رشتہ جوڑا ہے۔ اپنی اقدار اور روایات پر فخر کرنا بھی سکھایا ہے اور انہیں جدید علوم سے آراستہ کرنے پر بھی زور دیا ہے اور انہیں جدید دور کے فتنوں سے آگاہ کر کے ان کے مدمقابل سارے ہتھیاروں سے لیس کر کے مقابلہ کرنے کی ہمت اور منصوبہ بندی کرنے کا شعور بھی دیا ہے۔

جماعت اسلامی کے اجتماع عام کے دن جوں جوں قریب آتے جارہے تھے، کارکنان کے جذبوں اور شوق کی لے اور تیز ہوتی جارہی تھی۔ کارکنان کی ایک اجتماع عام کی تیاریوں کے سلسلے میں منعقد کی گئی نشست میں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ خواتین کانفرنس کی روایت کا آغاز کچھ عرصہ پہلے ہی ہوا تھا اور اس اجتماع عام میں یہ پانچویں عظیم الشان خواتین کانفرنس تھی۔ مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں خواتین اسلام کی روشنی کی کرن بن جائیں اور قومی سلامتی اور اُمت مسلمہ کی سربلندی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

اس روایت کے آغاز کو تلاش کرنے کے لیے اوراق گزشتہ کی چھان بین شروع کی۔ جماعت کی روودادیں، اجتماعات کی سرگزشتیں اور دیگر مواد کو تلاش کیا آخر میں آپا حمیدہ مرحومہ کے ذکر خیر پر مشتمل ایک تاریخی اور معلومات سے بھرپور کتاب سے استفادہ کیا جس میں ہمارے مرشد عظیم قائد مولانا مودودیؒ کی اہلیہ محترمہ اور ہماری پیاری ''اماں جان'' فرماتی ہیں کہ 1945ء میں الہ آباد انڈیا میں جماعت اسلامی حلقہ خواتین کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا اور ہماری بہت ہی پیاری آپا اُم زبیر کے قلم کی تحریر ہے کہ حلقہ خواتین جماعت اسلامی کا کام باقاعدہ فروری 1948ء میں منظم ہوا اور مارچ 1948ء میں آپا حمیدہ بیگم کو اس کی پہلی سیکرٹری جنرل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسی کتاب میں ایک اور معتبر گواہی جماعت اسلامی کو دنیا کی اسلامی

تحریکوں کی صف میں ممتاز مقام پر پہنچا دینے والے ہمارے عظیم المرتبت قائد محترم میاں طفیل محمد صاحب کی ہے ”میں نے 17 اپریل 1944ء کو جماعت کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے کام شروع کیا اور حلقہ خواتین کے کام کے لیے آپا حمیدہ بیگم سے مسلسل رابطہ رکھا۔“

ان روایتوں سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی کو ابتدا سے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے اتباع میں میدان عمل میں صف آراء کیا اور خواتین میں دین کے کام کو برابر کی اہمیت دی کہ چونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے بھی صنفی برابری کے تصور کو بہت شدومد کے ساتھ اُجاگر کیا ہے۔ قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مرد و عورت کو بحیثیت انسان ایک اکائی تصور کرتے ہیں اور اجر و پاداش میں بھی یکساں معاملہ ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

ابتداء ہی سے سالانہ اجتماع (جماعت اسلامی کے دستور کے مطابق اجتماع عام کی اصلاح کا اطلاق ملک کے ارکان کے اجتماع پر ہوتا ہے) جماعت اسلامی کی روایات کا ایک لازمی جزو رہا ہے مگر پاکستان بننے کے بعد سویلین مارشل لاء کے جبر کی وجہ سے اطمینان کا وہ دور باقی نہ رہا کہ بڑے پیمانے پر سالانہ اجتماعات کا انعقاد باقاعدگی سے کیا جا سکے۔ 1963ء کے اجتماع عام کے بعد 1974ء اور 1983ء میں صرف اجتماع ارکان منعقد کیے جا سکے۔

جماعت اسلامی کو سمجھنے کے لیے صرف لٹریچر کا مطالعہ ناکافی ہے۔ جماعت کے اجتماعات میں عملاً شرکت کر کے ہی اس کے مقصد کا شعور پختہ ہوتا ہے۔ محترم مولانا مودودیؒ نے جو گزشتہ صدی میں عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ یہی ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد کے لیے ایک جماعت قائم کی اور نظم جماعت اور اس کی وسعت پذیری کے لیے اجتماعات کا سلسلہ شروع کیا کیونکہ اجتماع کے بغیر کارکنوں کے اندر جماعتی نظام اور سمع وطاعت کے نظام کو قائم کرنا ناممکن ہے۔

26 سال کے طویل انتظار کی گھڑیوں کے بعد 1989ء میں کارکنان کے اندر اجتماع عام نے بیداری کی ایک نئی لہر دوڑا دی اور اسی اجتماع عام میں پہلی دفعہ ہزاروں خواتین نے بھرپور شرکت کر کے حلقہ خواتین کو پاکستان کے منظم ترین خواتین ونگ کا مقام دیا۔ اس اجتماع میں خواتین کی ملک گیر غیر متوقع بھرپور حاضری نے منتظمین کے لیے وقتی پریشانی پیدا کی کہ خواتین قافلہ در قافلہ پنڈال میں آ رہی تھیں اور خواتین راہنماؤں کے متفکر چہرے دعائیں کرنے اور اللہ سے اس کا فضل اور برکت مانگنے کی طرف متوجہ تھے مگر اس اجتماع سے حلقہ خواتین نے ایک نیا عزم اور ولولہ حاصل کیا اور اس بات کا یقین بھی کہ صبح انقلاب کے ماتھے کی روشنی ہمیں سے پھوٹے گی۔

1995ء میں مینار پاکستان کے سائے میں خوابوں اور خیالوں کو زندہ حقیقت کا روپ دے کر خیموں کی ایک بستی مدینۃ الہدیٰ کے نام سے سجائی گئی۔ جس میں ملکی تاریخ کا سب سے بڑا خواتین کا پنڈال وادی فاطمہ کے نام سے آباد کیا گیا اور حلقہ خواتین کی بے مثال اور متحرک قائد محترمہ عائشہ منور کی قیادت میں چالیس ہزار سے زائد (اخباری تعداد) منظم خواتین کا منظم اجتماع منعقد ہوا، جس میں ”اکیسویں صدی کا چیلنج اور خواتین“ کے نام سے عظیم الشان خواتین کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کے کونے کونے سے آئی اسلامی تحریکوں کی خواتین راہنماؤں نے بھی خطاب کیا اور چونکہ بیجنگ کانفرنس ابھی تازہ تازہ ہی ہوئی تھی۔ اس کے پلیٹ فارم فار ایکشن اور مسلمان عورت پر اس کے اثرات پر خوب بحث ہوئی۔ اس کانفرنس میں جماعت اسلامی حلقہ خواتین نے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو عورت کی فلاح و بہبود کے لیے زیادہ منظم اور پروفیشنل انداز میں اُجاگر کیا اور ایک ولولہ تازہ حاصل کیا۔

1998ء اسلام آباد میں فیصل مسجد کے میناروں نے پہلی دفعہ فرزانے دیوانوں کی ایک بستی کو اپنی آغوش میں پناہ دی۔ اللہ کی رحمت کے سائے میں یہ 3 دن ایسے ہی تھے جیسے ماں کی پیار بھری آغوش میں انسان سکون، محبت، ولولہ، توانائی اور عزم وارادہ سمیٹ کر میدان عمل میں اُترتا ہے۔
اسلام آباد کے ٹھنڈے ایوانوں میں جہاں روح بھی ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔ حلقہ خواتین نے ایک بار پھر اپنے جذبوں کی حرارت سے قوم کو توانائی بخشی۔ اس دفعہ خواتین کانفرنس میں موجود چاروں صوبوں سے شریک خواتین کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجود تھا۔
اس میں حلقہ خواتین کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ وہ پاکستان کی پہلی سیاسی اور دینی جماعت ہے جس نے اپنے امیر قاضی حسین احمدؒ کی سربراہی میں خواتین کے حقوق پر مبنی چارٹر عوام کے سامنے پیش کیا اور جماعت اسلامی کا ویمن کمیشن تشکیل دیا گیا۔
کرپشن سے پاک معاشرہ، شریعت کا نفاذ اور ملک کو دیانتدار قیادت کی فراہمی وہ مرکزی خیال تھا جو مردوں اور خواتین دونوں کے اسٹیجوں پر نمایاں کر کے تحریر تھا۔ اس خواتین کانفرنس میں خاندانی نظام کے استحکام پر مقالہ جات پڑھے گئے اور محترم امیر جماعت نے خواتین حقوق کے چارٹر پر کلیدی خطاب کیا جس میں مسلمان خواتین کے قانونی، معاشی و معاشرتی اور سیاسی حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور معاشرتی لعنتوں سے بھی نجات حاصل کرنے کے پروگرام سے آگاہ کیا گیا۔ علامہ اقبالؒ نے پچھلی صدی کے آغاز میں مسجد قرطبہ میں بڑی حسرت سے فرمایا تھا کہ!

کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے
عشق بلاخیز کا قافلہ سخت جاں
آب رواں کبیر! تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

اور جماعت اسلامی کے کارکنان نے اپنے کسی اور زمانے کے خواب دیکھنے والے قائد قاضی حسین احمد کے سنگ اسلام آباد کے قریب موٹروے پر ایک بیابان کو **مدینۃ العلم** کا نام دیا اور اس بات کو ثابت کردیا کہ بڑے کارناموں کو سرانجام دینے کے لیے پہلے بڑے خواب ہی بننے پڑتے ہیں۔
2000ء میں قرطبہ نامی بستی کو بسایا گیا اور جماعت نے اپنے ارکان کے قوت بازو کو آزمایا اور نائب امیر جماعت محترم لیاقت بلوچ کی شیر دل قیادت میں کارکنان نے اپنی جماعت کو مایوس نہیں کیا اور 5 دن تک لاکھوں افراد کو ایک ایسی بے آب وگیاہ وادی میں اتنی خوش اسلوبی سے رکھا کہ سب لوگ اسے آج بھی یاد کرتے ہیں کہ حج کے زمانے میں منیٰ کے قیام کی یاد تازہ ہوگئی۔
اس اجتماع میں جماعت اسلامی کے ویمن کمیشن کی کونسل کا باقاعدہ اعلان کیا گیا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین وحضرات پر مبنی اس کونسل کو خواتین کے اہم مسائل کی نشاندہی اور ان کے حل کا چیلنج دیا گیا جس کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا جارہا ہے۔
قرطبہ کی خواتین کانفرنس میں شرکت کے لیے دنیا بھر کی مسلمان خواتین کے ساتھ ساتھ امریکہ سے بھی خواتین آئیں۔ عیسائیوں کے فرقے کی مومن خواتین کے ایک وفد نے بھی شرکت کی اور جب وہ اسٹیج پر آئیں تو جم غفیر کو دیکھ کر کہا کہ ہم نے اپنی بائیبل میں پڑھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی ایک خیموں کا شہر بسایا تھا اور مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اسی طرح ہی کا ہوگا۔ اس سے بھی ہم سب لوگ روحانی قوت حاصل کریں گے اور لادین

تہذیب سب مذاہب کے لیے خطرہ ہے۔ہم سب کو خاندان کی حفاظت کے لیے اکٹھا ہونا چاہیے۔
اس اجتماع کے 3 مرکزی مقاصد تھے جو اللہ کے خاص فضل و احسان سے بڑی خوش اسلوبی سے پورے ہوئے۔
ا۔دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنا۔(۲)۔عالمی اسلامی تحریکوں کا فلسطین اور کشمیر پر یکساں مضبوط موقف اختیار کرنے کی منصوبہ بندی کرنا۔(۳)۔قرطبہ کو مثالی، علم، محبت اور امن کی بستی بنانے کا آغاز کرنا۔
قرطبہ میں منعقد عظیم الشان خواتین کانفرنس سے ہماری انتہائی قابل اور جدید دور کے چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے والی راہنما محترمہ ڈاکٹر کوثر فردوس جو پاکستان آرمی کی پہلی باپردہ ریٹائرڈ کیپٹن بھی ہیں اور ہماری سینیٹر بھی، کی قیادت میں محترمہ عائشہ منور صاحبہ اور امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد نے تحریک نسواں کے عالمی ایجنڈے پر اظہار خیال کیا اور جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی کارکنان کے سامنے حقوق اور مساوات کے نام پر معاشرے کی اکائی مرد و عورت کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کرنے کے بھیانک منصوبے کو طشت از بام کیا تاکہ حق و باطل کے درمیان جاری معرکہ میں حق کا ساتھ دے کر اسلام کے آفاقی پیغام کو زمانے میں پھیلا دیا جائے کہ اسلام عورت کے حقوق کا ضامن ہے۔2004ء میں نوشہرہ اور پشاور کے درمیان اضاخیل کے مقام پر بسائی گئی بستی میں لاکھوں فرزندان توحید نے اپنے رب سے اقرار بندگی کو دہرایا اور عہد کیا کہ مملکت پاکستان کو لادینی اور سیکولر سٹیٹ نہیں بننے دیا جائے گا۔اس موقع پر منعقدہ خواتین کانفرنس میں بیرونی مندوبین خواتین نے خطابات کیے۔ کانفرنس کا Theme ”ہماری بقاء ...مضبوط خاندان“ رکھا گیا تھا۔تاکہ معاشرے کو باور کرواسکیں کہ عورت کی بقا اور اُس کے حقوق صرف مضبوط خاندان کے مرہون منت ہیں۔
24،25،26 اکتوبر 2008ء کو ایک بار پھر مینار پاکستان پر فرزندان توحید کی بستی بسائی گئی تھی ملکی سا لمیت کو درپیش چیلنجز کے دوراہے پر یہ اجتماع جس کا شعار ”بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ تھا، نہایت اہمیت کا حامل تھا۔جس میں امیر جماعت قاضی حسین احمد نے ملکی حالات کی بہتری کے لیے نئی حکمت عملی کا اعلان کیا۔مینار پاکستان لاہور پر بسائی گئی بستی ان قافلوں کو چشم تصور دیکھ رہی تھی جو 1940ء میں مینار پاکستان کے سائے تلے جمع ہوئے تھے اور انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ایک نئے ملک کا خواب جہاں وہ اپنے دین، اپنے قرآن اور اپنے رسولؐ کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں گے۔جہاں کوئی چھوٹا اور بڑا نہ ہوگا۔جہاں عزت اور غیرت پر کسی جاگیردار، سرمایہ دار اور بااختیار کی اجارہ داری نہ ہوگی۔جہاں دھرتی کے وسائل اس کے باسیوں کے درمیان منصفانہ طریقے سے تقسیم ہوں گے اور جہاں دنیا بھر کے مسلمان پناہ حاصل کر کے اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنادیں گے اگرچہ وہ دھرتی بس گئی مگر خواب ابھی ادھورا ہے۔قافلے کو منزل ابھی نہیں ملی۔لیکن قافلے ابھی چل رہے ہیں اور اس یقین پر تیزی سے قدم اٹھا رہے ہیں کہ منزل دور نہیں ہے اور اس خواب کی تعبیر پانے کے لیے جو 1940ء میں دیکھا گیا تھا۔2008ء میں مینار پاکستان کہہ رہا تھا۔

جلال آتش و برق و سحاب پیدا کر
اجل بھی کانپ اٹھے وہ شباب پیدا کر
تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر
جو ہوسکے تو ابھی انقلاب پیدا کر

مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی کی ابتداء سے ہی خواتین کی تربیت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے خواتین کے کام کو منظم کرنے کا آغاز کیا تھا۔ اس میں بڑی جلیل القدر خواتین نے اپنا حصہ ڈالا اور محترمہ عائشہ منور صاحبہ نے محترم قاضی حسین احمد کی نگرانی میں اس قافلے کی رفتار کو تیز کرنے میں تن من دھن لگا یا۔ انہوں نے حلقہ خواتین میں دورِ جدید کے چیلنجز کو محسوس کرتے ہوئے ویمن اینڈ فیملی کمیشن کی داغ بیل ڈالی جسے ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ اور عافیہ سرور صاحبہ نے مستحکم بنیادوں پر قائم کیا اور جس کے بعد اس کی گراں بار ذمہ داری میرے حصہ میں آئی ۔ مولانا مودودیؒ نے جماعت کے طریق کار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہماری یہ جماعت جس غرض کے لیے اُٹھی ہے وہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں اور آغاز کار کے طور پر اس ملک میں ایک ایسی سوسائٹی منظم کی جائے جو اسلام کے اصولوں پر شعور و اخلاص کے ساتھ خود عامل ہو۔ دنیا کے سامنے اپنے قول و فعل سے اس کی صحیح نمائندگی کرے اور بالآخر جہاں جہاں اس کی طاقت جڑ پکڑ جائے وہاں کے افکار، اخلاق، تمدن، معاشرت، سیاست اور معیشت کے نظام کو موجودہ دہریت اور مادہ پرستی کی بنیادوں سے اکھاڑ کر سچی خدا پرستی یعنی توحید کی بنیاد پر قائم کرے۔ (جماعت اسلامی کی دعوت صفحہ ۱۰۷)

حلقہ خواتین کے آغاز کے ساتھ ہی مولانا محترم نے انہیں دعوتی و خدمتی ذمہ داریاں تفویض کیں مگر سیاسی طور پر اُن کی رائے علامہ اقبالؒ کی طرح یہ تھی کہ عورت کو اللہ نے تخلیق انسانی اور تعمیر انسانی کی گرانبار ذمہ داریاں عطا کی ہیں اس لیے اُس کو دیگر تمام کاموں سے فراغت دی جائے اور اُس کو ان کاموں میں نہ گھسیٹا جائے جو فطرت نے اُس کے سپرد نہیں کیے ہیں مگر تہذیب جدید کے پھندوں نے عورت کو مردانہ وار دوڑ میں تھکا مارا۔

مولانا محترم کے دور میں ہی خواتین کو سیاسی طور پر متحرک کیا گیا اور محترمہ زہرا وحید صاحبہ ان تمام باتوں کی روایت کرتی ہیں کہ ہم اپنی حدود میں رہتے ہوئے تمام سیاسی ذمہ داری بھی ادا کرتی رہیں۔

مولانا مودودیؒ نے ایوب خان کی آمریت کے مقابلہ میں محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی اور ان کی صدارتی مہم بھرپور طریقے سے چلائی۔ اس کے بعد بلدیاتی انتخابات میں لاہور سے بیگم واصل اور بنت مجتبیٰ مینا صاحبہ اور کراچی سے بلقیس صوفی صاحبہ اور صبیحہ شاہد صاحبہ کونسلرز منتخب ہوئیں اور ہمارے لیے پر خار راہوں کو صاف کر کے آسان بنایا۔

مولانا گوہر رحمن صاحبؒ خود ابتداء میں عورت کی سیاست میں شمولیت کے سخت مخالف تھے۔ مگر جب آغا جان نظر بند تھے اور میں نے ایک پریس کانفرنس میں اُن کی سپریم کورٹ میں پیشی پر اپنا بیان دیا تو میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے سخت موقف سے رجوع کیا۔

2002ء کے انتخابات میں جب روشن خیال پرویزی ایجنڈے کے مطابق پارلیمنٹ اور تمام قانون ساز اداروں میں بڑی تعداد میں خواتین کو بھرتی کیا گیا کہ وطن عزیز کا Soft Image نمائشی طور پر نمایاں کیا جا سکے تو ہم نے اور ہماری مرکزی شوراؤں نے بھی اس کی مخالفت کی اور ہر فورم پر جا کر اس کی وضاحتیں بیان کیں کہ آپ عورت کو اختیار ضرور دیں مگر اس پر لازم کر کے اسے پابند مت کریں کہ وہ ضرور ہی ممبر منتخب ہو۔ انہی دنوں میرے آغا جان قاضی حسین احمدؒ نے مجھے اقبال کی ایک رباعی سنائی جو اُن حالات کے عین مطابق تھی اور پھر میں ہر جگہ Quote کرتی تھی۔

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مرد ہوش مند
غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی

آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض
کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہے گی

مگر جب پاکستانی عورت کے لیے اس قانون کا تہیہ کرلیا گیا تو پہلے تو بلدیاتی طور پر ہزاروں خواتین کو سیاست کے کارزار میں خوار کیا گیا۔ کبھی اس پر اگر سروے ہو کہ عورت بااختیار کتنی ہوئی اور خانہ برباد کتنی ہوئی تو اس کے بھیانک نتائج دیکھ کر گورباچوف کی طرح سر پیٹ کر رہ جائیں گے جب اس نے اپنی کتاب پروسٹرائیکا کے ایک باب ''عورت کے مقام و مرتبہ'' میں بحث کی ہے کہ روسی معاشرہ میں عورت کی شراکت نے معاشی طور پر بظاہر جتنی ترقی کی ہے اس کا فائدہ نہیں ہوا بلکہ گھر میں اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے روسی معاشرہ نے اس کی اس سے زیادہ قیمت ادا کی ہے جتنی اس نے کمائی کی ہے۔

عالی جاہ عزت بیگووچ جو کہ بوسنیا کے صدر رہ چکے ہیں نے اپنی کتاب ''اسلام اور مغرب کی کشمکش'' میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جو عورت آج اپنی اولاد کو ڈے کیئر سنٹر میں چھوڑ کر سیاست اور معیشت کی پرخار راہوں پر چل پڑی ہے کل معاشرے میں وہ ڈے کیئر سینٹر تصویر کا دوسرا رخ اولڈ ہاؤسز کی صورت میں نظر آئے گا۔ جہاں وہ والدین جن کے پاس آج اپنی اولاد کے لیے وقت نہیں ہے کل اُس اولاد کے پاس اُن کے لیے وقت نہیں ہوگا۔

ہم نے بھی اس نظام کی مخالفت کی مگر جب قانون بن چکا تو میدان خالی نہ چھوڑنے کا حکم ہوا۔ مرکزی شوراؤں کی لمبی بحثوں اور قومی مشاورتوں میں طویل گفتگوؤں کے بعد اس بات کا فیصلہ ہوا کہ خواتین کو قانون ساز اداروں میں بھیجا جائے گا۔ اس سے پہلے بھی میاں طفیل محمد مرحوم کے زمانہ میں ہماری ایک ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئیں تھیں جو کہ آپا نثار فاطمہ کے ساتھ اجلاس میں شریک ہوتی رہی تھیں اور اپنے آپ کو ممبر قومی اسمبلی ہی کہلواتی اور لکھتی ہیں۔

2002ء کے انتخابات میں پہلی دفعہ قوم نے حجاب و نقاب سے آراستہ خواتین کو سیاسی میدان میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتے دیکھا۔ ہم نے بقول ایک کالم نگار کے ایوان کو وقار اور اعتبار بخشا اور اسمبلی بزنس میں اپنے کردار کا لوہا منوایا۔ آج ہمارے مخالفین اور نظریاتی طور پر اختلاف رکھنے والے لوگ ہمارے اسمبلی میں کردار کے معترف ہیں اور رپورٹوں میں ہمیں سرفہرست رکھا ہوا ہے۔ ہمارے اس کردار کو دیکھتے ہوئے اب حجاب اور نقاب والی عورت کو کوئی پس ماندہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ڈیفنس یونیورسٹی کے کورسز ہوں یا میڈیا کی بحثیں یا بیرون ملک کانفرنسیں، ہر جگہ حلقہ خواتین کی کارکنوں نے اپنی لازوال کارکردگی سے اپنی جماعت کے تشخص کو آراستہ کیا۔

پہلی دفعہ قومی اسمبلی میں چاروں صوبوں سے جماعت کی خواتین منتخب ہوئیں۔ قومی جماعت کے طور پر پنجابی خواتین کو خیبر پختونخواہ میں اور پنجاب میں پشتون خواتین کو منتخب کرایا گیا تاکہ لسانی تعصّبات کو ختم کر کے قومی تصور کو اپنایا جاسکے۔ اسی طرح سینیٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں بھی ہماری نمائندگی مؤثر رہی۔ درج ذیل بہنیں منتخب ہوئیں۔

سینیٹ: (ا)۔ کیپٹن ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ (۲)۔ عافیہ ضیاء صاحبہ
قومی اسمبلی: سندھ: عائشہ منور صاحبہ
پنجاب: ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی

بلوچستان:	بلقیس سیف صاحبہ		
خیبر پختونخواہ:	عنایت بیگم صاحبہ	جمیلہ احمد صاحبہ	رضیہ عزیز صاحبہ
صوبائی اسمبلی: سندھ:	کلثوم نظامانی صاحبہ		
بلوچستان:	ثمینہ سعید صاحبہ		
پنجاب:	طاہرہ حبیب صاحبہ		
خیبر پختونخواہ:	زبیدہ اقبال صاحبہ	آفتاب بشیر صاحبہ	صابرہ صاحبہ
	نرگس زین صاحبہ	شگفتہ ناز صاحبہ	فوزیہ فرخ صاحبہ

ان خواتین نے اپنے علماء کی قیادت میں اسمبلیوں میں اپنی روایت سے جڑے رہنے کا مظاہرہ بھی کیا اور جدید چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت کا اظہار بھی کیا۔ ہم وہ واحد گروہ تھے جنھوں نے اسمبلی سے ملنے والی مراعات اور تنخواہوں کو ذاتی طور پر استعمال کرنے کی بجائے اسے اجتماعی کاموں میں لگانے کے لیے اپنی جماعت کو جمع کرایا اور یہ صرف ہماری مضبوط تنظیم کی بدولت ممکن ہوا۔ ہمارا اسمبلی کا اکاؤنٹنٹ بہت حیرت کے ساتھ یہ سارا منظر دیکھتا اور ستائش کے الفاظ کے ساتھ ہمارا شکر گزار ہوتا کہ آپ ملک وقوم کے صحیح نمائندے اور خادم ہیں۔

قانون ساز اداروں میں علماء نے ہماری کارکردگی کو سراہا اور کہا کہ جب ہم کسی کام کی مخالفت کرتے تھے تو ہمیں مرد ہونے کا طعنہ دے کر پھبتی کسی جاتی مگر آپ خواتین انہیں مسکت جواب دے کر خاموش کرا دیتی ہیں۔ کئی مرتبہ علمائے کرام نے تحریری طور پر بھی ہماری بے حد حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہم نے مولانا عبدالمالک صاحب کی ایک تحریر شائع کی ہے تا کہ حلقہ خواتین کے کام کے بارے میں ذہنوں کو مطمئن کیا جا سکے۔

اسلام Gender Equality کا علمبردار ہے۔ اور عورت اور مرد کو شانہ بشانہ چلنا چاہیے مگر ہر مرد اپنی عورت کے شانہ بشانہ، ماں اور بیٹا، شوہر اور بیوی، بھائی اور بہن اور باپ اور بیٹی شانہ بشانہ چلیں تو معاشرے میں استحکام پیدا ہوگا۔ مگر ہر مرد اگر ہر عورت کے شانہ بشانہ چلے گا تو انارکی پیدا ہوگی۔ معاشرہ انتشار کا شکار ہوگا۔ They are equal but not similar (وہ برابر ہیں مگر مختلف ہیں یکساں نہیں۔)

الحمدللہ حلقہ خواتین جماعت اسلامی پاکستان نے اپنی مضبوط تنظیم اور مخلص کارکنان کی بدولت ملک کی سب سے منظم اور سب سے بڑی خواتین تنظیم کے حوالے سے اپنی شناخت بنائی ہے جو اپنے مردانہ نظم سے بیک وقت وابستہ بھی ہے اور اپنی پالیسی کو بنانے میں خود مختار اور آزاد بھی۔ ہم ملک میں وہی نظام لانا چاہتے ہیں جو ہم اپنی جماعت میں اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہماری سب سے بہترین خوبی جس پر ہمیں فخر ہے وہ ہمارا بنیادی سطح سے بالائی سطح تک جمہوری ہونا ہے۔ ہمارے ہر سطح کے انتخابات پچھلے 70 برسوں سے بلا کسی تعطل کے جاری و ساری ہیں۔ چاہے آندھی آئے یا طوفان یا جبر و استبداد کا کوئی دور جب ہم پر پابندیاں لگیں مگر ہمارے اندرونی استحکام میں کوئی آمر دراڑ نہ ڈال سکا۔ یہاں پر کوئی موروثیت نہیں ہے۔ خالصتاً میرٹ پر تمام کام سرانجام پاتے ہیں۔ مگر ہر تحریک کی طرح ہم کوئی جامد وجود نہیں ہیں۔

مازندہ آزانیم کہ آرام نہ گیریم
موج ایم کہ آسودگیٔ ماعدم ماست

ہم اسی لیے زندہ ہیں کہ ہم مسلسل متحرک ہیں اور ہم ایسی موج ہیں کہ اگر ہم آرام کریں تو ہم ختم ہو جائیں اور اقبالؒ کا یہ شعر ہمیں یاد دلاتا ہے۔
کہ اے دختران اسلام!

زشام مابرون آور سحر را
زقرآن بازخواں اہل نظر را
نمے دانی کہ سوز قرآت تو
دگرگون کرد تقدیر عمرؓ را

میری اُمت کی تاریک رات سے پھر سپیدۂ سحر کی نوید دلا دو۔ اہل بصیرت کو پھر سے قرآن سنا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ یہ تیری تلاوت کا سوز ہی تو تھا جس نے حضرت عمرؓ کی تقدیر بدل دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اُمت کی تقدیر بدلنے میں اپنے حصے کا کام ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے بندے اللہ کا نظام نافذ کریں اور آخرت میں رب راضی ہو جائے۔

خواتین حقوق چارٹر

معاشی حقوق | معاشرتی حقوق | سیاسی حقوق

ویمن اینڈ فیملی کمیشن جماعت اسلامی

امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد نے اجتماع عام منعقدہ فیصل مسجد اسلام آباد، 24 اکتوبر 1998ء میں خواتین کانفرنس کے دوران خواتین حقوق کا چارٹر پیش کیا۔ اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اب 2014ء میں امیر جماعت اسلامی سراج الحق نئے عزم اور نئی ترجیحات کے ساتھ اسے پیش کر رہے ہیں۔

ہم اپنے اس عزم کا اعلان کرتے ہیں کہ ملک کے خوشحال مستقبل کیلئے، اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے ہمراہ حقیقی اسلامی نظام کی جدوجہد کو یقینی بنائیں گے۔ ہم کفر و الحاد کی تہذیب کو بھی مسترد کرتے ہیں جس کے تحت مساوات کے نام پر سب سے زیادہ ظلم و استحصال کا نشانہ عورت کو بنایا گیا اور اسلامی معاشروں میں قدامت پسندانہ روایتی نظام کی بھی اصلاح کرنا چاہتے ہیں جس کے تحت عورتوں کو ان کے انسانی اور شرعی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ہم پاکستان کے ہر گھر کو ایسا بنائیں گے جہاں عورت کو اس کی ہر حیثیت میں عزت و احترام حاصل ہو۔ اسلام بحیثیت انسان مرد و عورت کی برابری پر یقین رکھتا ہے اور دونوں کے حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے۔ اسلام کے رہنما اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ حالات کے تناظر میں جماعت اسلامی پاکستان عورت کے معاشی، سیاسی اور تمدنی حقوق کا ایسا چارٹر پیش کرتی ہے جسے اپنا کر پوری دُنیا کے لیے ایک روشن مثال قائم کی جا سکتی ہے۔

عورت کے معاشی حقوق

★ اسلام عورت کو مرد کے مقابلے میں زیادہ معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ وراثت، کفالت اور مہر کے لئے کی گئی قانون سازی پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے گا۔

★ عورت کے حق ملکیت کا تحفظ کیا جائے گا۔

★ شوہر، والدین اور دیگر اقرباء کی وراثت سے عورت کو شرعی حق دلوانے، مہر کی رقم مرد کی معاشی حیثیت کے مطابق مقرر کرانے اور اس کی ادائیگی کے علاوہ ناراضگی یا تفریق، دوران رضاعت اور دوران عدت کے اخراجات اسے دلوانے کیلئے

مروجہ قوانین پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

- ★ ملازمت پیشہ خواتین کے تمام اسلامی، آئینی اور قانونی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔
- ★ خواتین کی ملازمت کے اوقات کا تعین کرتے ہوئے اُن کی خانگی ذمہ داریوں کا لحاظ رکھا جائے گا۔ ان کے لیے لچکدار اختیاری اوقات کار کا نظام بنایا جائے گا تا کہ خاندان کے بنیادی ادارے کے تحفظ کے ساتھ خواتین کے لیے روزگار کے مواقع میں اضافہ ہو سکے۔
- ★ خواتین کی گھریلو ذمہ داری کے تناظر میں اُن کے لیے چھٹیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زائد رکھی جائے گی۔
- ★ جائے ملازمت پر خواتین کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔
- ★ خواتین ورکرز سے طے شدہ اوقات سے زائد کام لینے پر سختی سے پابندی ہوگی۔
- ★ خواتین کے جداگانہ اداروں کے قیام کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔
- ★ ہوم بیسڈ ورکرز کو فنی تربیت اور سہولیات فراہم کی جائیں گی۔
- ★ برسرروزگار خواتین کو اپنے اور بچوں کے مکان، صحت اور تعلیم کے لیے غیر سودی قرضے ترجیحی بنیادوں پر دیے جائیں گے۔ گھریلو صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔
- ★ برسرروزگار خواتین کے لئے ہوسٹل قائم کیے جائیں گے۔ ورکنگ ویمن کیلئے مختلف بڑے روٹس پر مخصوص اوقات میں علیحدہ ٹرانسپورٹ سروس فراہم کی جائے گی۔ نیز خواتین کے لیے ان کے گھروں کے قریب روزگار فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔
- ★ تعلیم اور صحت کے شعبوں میں خواتین کو ترجیحی بنیادوں پر ملازمتیں دی جائیں گی اور ان ملازمت پیشہ خواتین کو بہترین اخلاقی اور پیشہ وارانہ ماحول فراہم کیا جائے گا۔
- ★ عورت کے درج بالا حقوق کی خاطر معاشرتی تحریک کے علاوہ قانون سازی کو بہتر بنایا جائے گا۔

معاشرتی حقوق

- ★ تعلیمی بجٹ کا کم از کم 33 فیصد حصہ خواتین اور بچیوں کے لیے مختص کیا جائے گا۔
- ★ پرائمری تعلیم مفت اور لازمی کی جائے گی۔
- ★ ایسا تعلیمی نصاب وضع کیا جائے گا جس سے عورت کو اپنے حقوق و فرائض کا صحیح شعور حاصل ہو۔
- ★ خواتین کو ہر شعبہ زندگی میں تعلیم و تربیت اور پیشہ وارانہ مہارت کے حصول کی آزادی ہوگی۔
- ★ صوبوں میں خواتین یونیورسٹیاں قائم کی جائیں گی۔
- ★ خواتین کے لیے پولی ٹیکنیک اور پیشہ وارانہ تعلیم کے ادارے کھولے جائیں گے۔
- ★ خواتین کی صحت پر خاطر خواہ توجہ دی جائے گی۔ بالخصوص دیہی علاقہ جات میں آبادی کے تناسب کے مطابق ضروری سہولیات پر مشتمل ہیلتھ سنٹرز قائم کیے جائیں گے جن میں لیڈی ڈاکٹرز کی موجودگی کو یقینی بنایا جائے گا۔
- ★ قرآن سے شادی کا رواج مذہب کے نام پر عورت کا استحصال اور سراسر شریعت کی خلاف ورزی ہے جسے یکسر ختم کیا جائے گا اور ایسا کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔
- ★ بے گناہ عورتوں کو کاروکاری کے نام پر قتل کر دینا ایک وحشیانہ حرکت ہے۔ ایسے معاملات میں بے لاگ تحقیقات کے بعد مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔
- ★ عورت کی خرید و فروخت، یا جائیداد کی تقسیم سے بچنے کی خاطر عورت کی شادی پر پابندی قابل تعزیر جرم ہوگا۔
- ★ جہیز کے رواج کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔

- ★ ایسے علاقائی رسوم ورواج جن سے عورت کے اسلامی حقوق متاثر ہوں ان کو عدالت میں چیلنج کرنے کا طریق کار وضع کیا جائے گا۔
- ★ خاندانی نظام کے استحکام کے لئے نکاح کو آسان بنایا جائے گا۔
- ★ عورتوں کو فرسٹ ایڈ اور شہری دفاع کی تربیت دی جائیگی۔
- ★ سپورٹس، تفریح، اور جسمانی صحت کے لئے سہولیات مہیا کی جائیں گی۔

خاتون محتسب ادارہ

- ★ خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو ہر سطح پر روکنے اور بلا تاخیر انصاف کی فراہمی کیلئے خاتون محتسب کا ادارہ قائم کیا جائے گا۔
- ★ خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے پر کڑی اور فوری سزا دی جائے گی۔
- ★ خاوند یا نسبتی رشتہ داروں کی طرف سے خواتین پر تشدد، دھمکی اور ذہنی اذیت کے واقعات کو روکنے کے لیے قانون سازی پر عمل درآمد کیا جائے گا۔
- ★ کسی بھی خاتون کے جل مرنے، چھت سے گرنے، خودکشی یا حادثاتی ہلاکت کی صورت میں ہر واقعہ کی عدالتی تحقیقات کی جائیں گی۔
- ★ اغوا شدہ، بھگائی جانے والی اور دیگر مجبور بنائی جانے والی ستم رسیدہ خواتین کے لئے خصوصی بحالی مراکز بنائے جائیں گے تاکہ وہ معاشرے میں تعمیری کردار ادا کرسکیں۔
- ★ ذرائع ابلاغ کے ذریعے خواتین کے استحصال، خواتین کو محض تفریح اور مصنوعات کی فروخت کے آلہِ کار کی حیثیت سے پیش کرنے کے رجحان کا خاتمہ کیا جائے گا۔

سیاسی حقوق

- ★ خواتین کو آزادانہ رائے دہی کے بھرپور مواقع اور اس کے لیے محفوظ ماحول فراہم کیا جائے گا۔
- ★ خواتین کے استحصال کے خاتمہ کے لیے ان کی سیاسی نمائندگی کے عمل کو بہتر بنایا جائے گا۔ نیز انہیں سیاسی جماعتوں میں انتخابات میں اور اسمبلیوں میں فیصلہ سازی کے عمل میں بھرپور شراکت کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔
- ★ خواتین کو معاشرتی سدھار اور اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے تنظیم سازی اور اجتماع کیلئے مناسب ماحول اور سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

ویمن اینڈ فیملی کمیشن جماعت اسلامی

لاہور آفس:

مرکز خواتین، منصورہ ملتان روڈ، لاہور

فون: +92 42 35419 520-4

ای میل: khawateen@gmail.com

ویب: www.jamaatwomen.org

Women's Rights Charter

Women and Family Commission Jamaat-e-Islami

(A Framework of SOCIO-POLITICO-ECONOMIC LEGAL RIGHTS)

Former Ameer Jamaat-e-Islami Pakistan, (Late) Qazi Hussain Ahmed presented a unique Charter of Women Rights during the Women Conference at All-Pakistan General Convention held at Faisal Masjid, Islamaabad on 24th October, 1998. Continuing this tradition, now in 2014, Ameer Jamaat-i-Islami Pakistan Mr. Siraj-ul-Haq is going to present with new zeal and priorities.

This is an announcement and reflection of JI's passion and commitment for building a prosperous future for this nation, and a pledge to make efforts for a True Islamic Welfare System alongside our womenfolk, who are known as better half and half the populace. We also denounce and intend to rectify those traditional systems prevalent in "Islamic societies", under which women are deprived of their human as well as religious right.

Jamaat-e-Islami is presenting to you a glimpse of the VISION of the Welfare State that we propose. We foresee a Pakistan in which women are respected and honored in every societal role they play. Islam believes in "equity" between men and women as individuals, and assigns them their distinctive rights and responsibilities within the social sphere.

In the current scenario where myths and misconceptions regarding women issues are prevalent, Jamaat-i-Islami Pakistan presents a charter of social, political and economic rights of women in the light of guiding principles of Islam, by adopting and implementing which, an exemplary role model may be presented to the whole world.

SOCIAL RIGHTS OF WOMEN

Education and Health will be our main focus areas. A sizeable amount of Education and Health Budgets will be reserved for women and girls, exclusively.

Primary Education will be made free and compulsory. Overall Educational Framework will be designed in such a manner as to create awareness regarding "right" and "responsibilities" of women, as a society, in general and amongst womenfolk, in particular.

Women will be at liberty to choose their desired fields of interest in education, training and professional learning.

- Women Universities will be established at provincial level.
- Ploytechnique and professional teaching institutes will be provided for women at local level.
- Proper attention will be given to the health of women specially in rural areas.
- Basic health units comprising of essential facilities will be set up where availability of female doctors will be made compulsory.
- Traditional practices such as marriage with Quran are forms of oppression of women and altogether violation of Islamic Law, in the false name of religion which will be totally abolished and severe punishment will be given those involved in such heinous crimes.
- Murdering innocent women in the name of "Karokari" is a brutal act. After clear investigations in such issues, the transgressors will be sentenced duly.
- Trafficking of women as well as prohibition on marriage of women to avoid distribution of
- property will be cognizable acts, under the law.
- The tradition of dowry will be discouraged, Marriage will be made easy and facilitated in order to strengthen the family unit.
- A methodology will be devised for challenging those regional, tribal customs and traditional practices that adversely affect the Islami rights of women, in a court of law.
- Women will be provided training in the fields of First Aid and Civil Defense.
- Appropriate facilities will be provided for sports, recreation, entertainment and physical health.

ECONOMIC RIGHTS OF WOMEN

- Islam provides more economic benefits and financial security to women as compared to men.
- Implementing the Laws made for Inheritance, Guardianship, Economic subsistence and Mahar/ Dower will be ensured.
- The women's right to "ownership" will be protected.
- Apart from receiving their legal share from the inheritance of husband, parents or other relatives, assigning & paying the amount of Mahar/ Dower according to the socio-economic status of the marrying man will be ensured.
- The devine laws will also be followed in case of strained relationships or divorce, whence women during periods of lactation or "Iddat" (in case of widows).
- The protection of all Islamic, constitutional and legal rights of working women will be made obligatory.
- Whilst determining the duty hours for women, their domestic responsibilities will be taken into consideration.
- A flexible system of elective time schedules will be devised so, along with this well-being of basic institute of family, opportunities related to jobs of women could be enhanced.
- In the perspective of household responsibilities of women, the number of vacations and leaves

will be more as compared to men.

- Taking "overtime" from women workers other than schedule will be strickly prohibited.
- Establishment of exclusive institutes for women will be appraised and encouraged.
- Professional training and facilities will be provided to home-based workers.
- Women Entrepreneurs will be granted interest-free loans for the house, health or education, as well as to cater to their personal needs on a priority basis.
- Cottage industries will be promoted and facilitated.
- Hostel facilities will be established for working women. Exclusive transport service will be provided during specific hours on various routes for working women. Moreover, every effort will be made to provide convenient workplaces for women near their homes.
- Women will be granted jobs in education and health department on priority basis and best ethical & professional environment will be made available to these working women.
- In order to achieve above mentioned rights, required legislation will be made alongside campaigns of social awareness on these issues.

OMBUDSWOMAN INSTITUTE

- To prevent abuse of women on every level and provision of free and instant justice, an exclusive ombudswoman institute will be established.
- Strick measures will be taken in order to punish the culprits of abuse and harassment of women.
- For the prevention of Incidences of violence against women by their spouse or his relatives, devine laws will be strictly implemented.
- Legal investigations will be carried out in every incident of a woman's death by burning, acid throwing, suicide or accidental expiry.
- Special rehabilitation centres will be made for kidnaped, trapped, exploited or other forcefully oppressed women so that they will be able to contribute a constructive role in society.
- The trend of exploitation of women by presenting them for entertainment and using them as an advertisement tool for selling the products, print & electronic media will be curtailed.

POLITICAL RIGHTS

- A secure and safe environment will be provided for the independent decision making of women in the political arena.
- In order to eliminate the abuse and exploitation of women, they will be provided sufficient opportunities for full participation in the decision making process of political parties and assemblies.
- Appropriate environment and facilities for membership and convention will be provided to women for the purpose of social reforms and protection of their rights because we believe that for women development the sky is limit.

Women and Family Commission
Jamaat-e-Islami Pakistan

LAHORE OFFICE:
Markaz Khawateen, Mansoorah Multan Road,
Lahore. Ph: +92 42 35419520-4
khawateen@gmail.com

ممتا۔ایک تربیتی ادارہ

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ معاشرے کا حسن، وقار اور استحکام کا راز ماؤں کی پرخلوص جدوجہد اور لازوال قربانیوں میں پنہاں ہے۔اگرچہ ایک حقیقی اسلامی معاشرے کے اندر عورت اپنے ہر روپ میں ہر لحاظ سے تحسین وتکریم کے مراتب پر فائز ہوتی ہے۔لیکن ایک ماں کی شکل میں اس کو جو فوقیت اور مرتبہ دیا گیا ہے، نوعِ نسواں کی تاریخ میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔اس عظمت، فوقیت اور مرتبے کی بنیادی وجہ وہ عظیم المرتبت ذمہ داری ہے جو ایک ماں ممتا کی شکل میں ادا کرتی ہے۔اسلام واشگاف الفاظ میں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ عورت صرف ماں کی شکل میں ہی قوم کی معمار کہلاتی ہے۔یہ ماں ہی ہوتی ہے جو ایک مصور کی طرح محبت، رحمت، شفقت، مودت اور ہمدردی کے حسین جذبات سے رنگوں کا کام لے کر زندگی کے کینوس میں رنگ بھرتی چلی جاتی ہے۔ممتا کی یہ قوت اس قدر قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق اور صفتِ رحمت میں زیادہ حصہ ماں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

جب اللہ رب العالمین نے یہ کائنات تخلیق فرمائی، تو اللہ نے سو رحمتیں بھی پیدا فرمائیں اور ان میں ایک رحمت کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر نازل کیا اور ماں کے دل میں بچوں کے لئے رحمت کا جذبہ اسی ایک رحمت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں ممتا کو اس قدر اہمیت کیوں حاصل ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق ہے کو معلوم ہے کہ صرف ماں ہی ہوتی ہے جو ایک حقیقی اور صحت مند انسان اُمت کی نشونما اور پرورش کرسکتی ہے۔یہ ان کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ اسلام کی سچی تعلیمات کی روشنی میں اپنے بچوں کو پروان چڑھائے اور اس کے صلے میں جنت اس کے قدموں تلے بچھادی جاتی ہے۔

آج جدید تہذیب کی جو تصویر ہمارے سامنے ہے، وہ اس کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اب ماں انسان سازی کی بنیادی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو چکی ہے۔وہ اس کو اپنے لئے ایک اعزاز اور رحمت کی بجائے ایک بوجھ اور بے مقصد ذمہ داری سمجھتی ہے۔آج یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ والدین بچوں کی نگہداشت پر مامور ایسے اداروں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، جو فرصت اور دنیا بھر میں سیر وتفریح کے لمحات میں ان کے بچوں کی کل وقتی نگرانی کرسکیں۔

آج بچے کو فخر اور انبساط کے ساتھ دنیا میں لانے اور پھر مکمل ذمہ داری اور خلوص کے ساتھ اس کی پرورش کرنے کی بجائے، کبھی اس کا اسقاط کیا جاتا ہے، کبھی معصوم روح کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے اور یا کبھی خاندانی منصوبہ بندی کا سہارا لیا جاتا ہے۔ممتا اور بچوں کی پیدائش کے حوالے سے اس قدر غیر ذمہ دارانہ رویوں نے مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے نوجوانوں کے ایسے گروہوں کو جنم دیا ہے جو یا تو والدین میں سے کسی ایک سے محروم

ہوتے ہیں یا ان دونوں کی موجودگی کے باوجود یتیموں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ اپنی راتیں سڑکوں پر بسر کرتے ہیں، جسمانی تشدد کا شکار رہتے ہیں، بھوک اور سخت سردی کے تھپیڑے برداشت کرتے ہیں۔ گویا سائے کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور زندہ درگور ہو کر موت کی تاریکیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔

آج ماں بچوں کی صورت گری کی بجائے زیادہ توجہ اپنے کیرئیر اور پیشے پر دیتی ہے اور اس مقصد کے لئے اکثر اوقات بچوں کی پرورش جیسی اہم ذمہ داری کو چھوڑ دینے یا بھلا دینے کے لئے بھی تیار رہتی ہے۔ وہ اپنی ذاتی اور پیشہ وارانہ زندگی میں کامیابی کے حصول کے لئے بچوں کو ایک بہت بڑی رکاوٹ سمجھتی ہے۔ اپنے پیشے کی خاطر وہ بھی اپنے گھر اور بچوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ان کو اس رویئے کے ہولناک نتائج سے آگاہ کیا جائے۔ اس لئے مائیں اپنے بچوں کو تہذیب یافتہ انسان بنانے کے لئے ان کی پرورش کی اس ذمہ داری کو اپنے لئے تفاخر اور اعزاز کا ایک ذریعہ سمجھیں۔ آج ماؤں کو یہ حقیقت قطعی نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کی نجات اور ابدی کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش اسلام کی پھیلائی ہوئی روشنی میں کی جائے یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو غلط اور صحیح، نیکی اور بدی، اچھائی اور برائی میں تمیز کرنا سکھائیں۔ ان کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو حقوق وفرائض کا واضع تصور دیں۔ ماں اپنے بچے کی زندگی میں ابتدائی مدرس کی حیثیت سے نہ صرف ان کی پرورش کی ذمہ دار ہوتی ہے بلکہ وہ ان کو اسلام کی بنیادی اخلاقی اور فکری ضروریات کو پورا کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ ایک مستحکم خاندان ایک مضبوط اور مستحکم معاشرے کے قیام کی ضمانت دیتا ہے اور اس کی چابی ایک ماں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بچوں کی پرورش اور نگرانی کے حوالے سے ماؤں کو اپنی ذمہ داریوں سے مکمل آگاہ ہونا چاہیے کیونکہ اس حوالے سے ان کو اپنے رب کے سامنے بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

واتقواللہ الذی تساء لون بهٖ والا رحام

اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم رحم کے تعلق جوڑتے ہو۔

سرکاری اور غیر سرکاری فیصلہ ساز تنظیمیں اس حوالے سے بہت بڑا کام کر سکتی ہیں۔ خواتین کو اس بابت باقاعدہ تربیت دی جا سکتی ہے۔

اس ضمن میں علامہ اقبال کی کلیات فارسی میں رموز بے خودی کی ایک نظم نصاب کا درجہ رکھتی ہے جس میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ:

''در معنی اینکہ بقائے نوع از امومت است وحفظ واحترام امومت اسلام امت''

بقائے نوع مامتا سے ہے اور ممتا کی حفاظت اور احترام عین اسلام کا تقاضا ہے۔

ویمن اینڈ فیملی کمیشن

جماعت اسلامی پاکستان

قیام:

امیر جماعت اسلامی پاکستان محترم قاضی حسین احمد ساحب نے 24 اکتوبر 1998ء کے اجتماعِ عام میں خواتین کانفرنس سے خطاب فرمایا۔انہوں نے اس موقع خواتین کے حقوق کا چارٹر پیش کیا اور خواتین کمیشن کے قیام کا اعلان فرمایا۔

تقرری نمائندگان:

مرکزی شوریٰ اجلاس منعقدہ دسمبر 98ء میں اس کمیشن کے نمائندگان کا تقرر کیا گیا۔مرکزی نظم جماعت نے حلقہ خواتین کی درخواست پر تین نام برائے مشورہ ورہنمائی تجویز کئے۔

اجلاس:

خواتین کمیشن کا پہلا اجلاس 2 فروری 1999ء کولاہور میں منعقد ہوا۔جس میں حلقہ خواتین، وویمن کمیشن کی ممبران، شریک مشورہ بہنوں نے شرکت کی جن کی تعداد تیس تھی۔اجلاس سے قیمہ حلقہِ خواتین محترمہ عائشہ منور صاحبہ، امیر جماعت محترم قاضی حسین احمد، ڈاکٹر انیس احمد صاحب، چوہدری محمد اسلم سلیمی صاحب اور محمد خان منہاس صاحب نے خطاب کیا۔گروپ ڈسکشن کے درج ذیل عنوانات پر سفارشات مرتب کی گئیں۔ایک سالہ منصوبہ، طریقِ کار، ریسرچ ورک، ممبران کمیشن کے لئے نصاب، مجوزہ بجٹ، ان سفارشات کی روشنی میں طے پایا۔

خواتین کمیشن کا مقصد:

خواتین کمیشن جماعت اسلامی ایک ایسا ترجمان ادارہ ہوگا جو عورت کے حقوقِ و مسائل کے بارے میں مکمل ادراک و معلومات رکھتا ہو اور مختلف معاملات کی بہتر ترجمانی کا ذمہ دار ہوگا۔کمیشن اسلام میں دیئے گئے خواتین کے حقوق اور عملی مسائل کے حوالے سے جماعت کا مستند اور ترجمان ادارہ ہوگا۔یہ کمیشن درج ذیل اہداف کے لئے کام کرے گا۔

1۔عورت کی تکریم، ماں کا کردار اور معاشرے میں بچیوں کے مقام کی بحالی۔

2۔اسلام میں عورت کو دیئے گئے حقوق کا حصول، ملکیت اور وراثت کا عملاً حصول۔
3۔عورت کی حیثیت وحقوق کو متاثر کرنے والے رسوم ورواج، مغرب کی تقلید سے بچنا۔
4۔دورِ جدید کے مسائل اور عورت کے بارے میں پیدا شدہ شبہات کا ازالہ۔
5۔عورت کے سماجی، معاشی، معاشرتی، قانونی تعلیمی اور طبی حقوق کی فراہمی کا واضع لائحہ عمل متعین کرنا۔
6۔عورت کی یقینی سیاسی نمائندگی کے لئے مناسب طریقہ کار تجویز کرنا۔

طریقہ کار:

ان اہداف کے حصول کے لئے مرتب کردہ سفارشات اور مجوزہ لائحہ عمل پر عمل درآمد کروانے کے لیے مندرجہ ذیل ذرائع استعمال کئے جائیں گے۔

1۔شریعت کورٹ میں اپیل دائر کرنا۔
2۔اسلامی نظریاتی کونسل سے رابطہ۔
3۔قومی وصوبائی اسمبلیوں کے نمائندگان کے ذریعہ قانون سازاداروں میں اپنی بات پہنچانا۔
4۔مدیران اخبارات وجرائد سے رابطہ کرکے اپنے مئوقف کا ابلاغ کرنا۔
5۔ملک کے متعلقہ ذمہ داران سے وفود کی شکل میں ملاقاتیں اور مسائل کے حل کے لئے کوشش۔
6۔بارکونسلز کے ممبران کے ذریعہ سپورٹ فراہم کرنا۔

کمیٹیوں کا قیام:

تمام ورکنگ گروپس اپنے ایریا سے اہم مسائل کا انتخاب کرکے اس پر کام کریں گے۔

قانونی کمیٹی: ویمن ایڈ ٹرسٹ، نگران عافیہ سرور صاحبہ

سیاسی کمیٹی نگران: سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ

ریسرچ کمیٹی نگران: زبیدہ جبیں صاحبہ

معاونین، ڈاکٹر اُم کلثوم، شازیہ افضل، عائشہ ہارون۔

میڈیا کمیٹی نگران: حُمیرا قریشی صاحبہ

معاونین: صائمہ اسماء، سمیحہ راحیل قاضی، روبینہ فرید

تعلیمی کمیٹی: تنظیم اساتذہ

معاشی کمیٹی: ورکنگ وویمن ویلفیر آرگنائزیشن

میڈیکل کمیٹی: پیما (ڈاکٹر نصرت، ڈاکٹر امِ کلثوم)
ٹریننگ کمیٹی: صفورا نعیم، امینہ مراد صاحبہ
فراہمی بجٹ کمیٹی: شعبہ الخدمت، خولہ قاضی، طاہرہ امین، شاہینہ وقار، سعیدہ مہرین،
مندرجہ بالا تینوں کے علاوہ ڈاکٹر نسرین احسن، محترمہ شگفتہ عمر اور محترمہ طاہرہ یاسمین سے بھی رہنمائی و مشورہ، نگران کمیٹی اپنے معاونین کے ساتھ کام کی تفصیلات و دورانیہ، ہدف کا تعین کر کے کریں۔ اپنے ابتدائی کام کی رپورٹ، مرکزی سہ ماہی نشست میں پیش کریں گی۔

مرکزی نمائندگی کا تقرر:

کنوینر: ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ
معاونین: شاہدہ سمیع صاحبہ، ڈاکٹر رخسانہ جبیں صاحبہ، شاہینہ وقار صاحبہ

صوبائی نمایندگان کا تقرر:

سندھ: صفورا نعیم صاحبہ (امینہ مراد، سعیدہ مہر، متقالبہ)
پنجاب: عافیہ سرور صاحبہ، سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ
سرحد: بلقیس مراد صاحبہ
بلوچستان: بلقیس سیف صاحبہ

برادر تنظیموں کے نمائندگان:

پیما: ڈاکٹر نصرت صاحبہ
تنظیم اساتذہ: نجم السحر صاحبہ
اسلامی جمعیت طالبات: شازیہ افضل صاحبہ

لائبریری کا قیام:

عورت سے متعلق اردو انگلش کتب کا حصول
گزشتہ وویمن کمیشنز کی رپورٹس
عورت کے متعلق کام کرنے والی این جی اوز سے متعلق معلومات و لٹریچر
پولیٹیکل پارٹیز کا عورت کے متعلق کیا گیا کام
عورت کے متعلق متنازعہ مسائل پر تحریری مواد، حدود آرڈیننس، فیملی لاز، ولی کی مرضی، گواہی، قصاص و دیت، وراثت وغیرہ

عورت کے انسانی حقوق
مشرق ومغرب میں عورت کی زبوں حالی پر میڈیا رپورٹس
جنگوں میں عورتوں پر کئے جانے والے مظالم کی رپورٹس

انسانی وسائل کی تربیت وتعلیم:

1۔ممبران کمیشن کے لئے منتخب نصاب وکلاسز کا اہتمام جو انھیں پاکستانی خواتین کے حقیقی مسائل سے آگاہی دے کر قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی کرنے میں معاون ومددگار بن سکے۔
2۔رابطہ عوام کے لئے ماسٹر ٹرینز کی تیاری۔
3۔اہم مسائل پر معاشرہ کی اصلاح کے لئے رائے عامہ کو بیدار کرنا۔

دفاتر:

کراچی: حمیرا قریشی، امینہ مراد
سندھ: متقالبہ
سرحد: بلقیس مراد
کھاریاں: ڈاکٹر رخسانہ جبیں
اسلام آباد: ڈاکٹر کوثر فردوس
لاہور: ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی
کوئٹہ: بلقیس سیف

دفاتر میں فون اور فیکس لگوائے جائیں گے۔نمائندگان اپنے کارڈ چھپوائیں گے۔

باہمی رابطہ:

سہ ماہی نشست رکھی جائے گی۔

بجٹ:

اخراجات کی مدات: دفاتر کا اہتمام وقیام، فون، فیکس، ترسیل، فوٹو اسٹیٹ، خرید، کتب، کورسز، میٹنگز، سیمینارز، پرنٹنگ، سفر خرچ وغیرہ

رپورٹ 2001ء

رپورٹ جنوری تا جون 2001ء

ابتدائی معلومات:

کنوینز: ڈاکٹر کوثر فردوس

صوبائی نمائندگان: ڈاکٹر نصرت اقبال	سندھ
ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی	پنجاب
بلقیس سیف	بلوچستان
بلقیس مراد	صوبہ خیبر

ممبران کمیشن:

1۔ عافیہ سرور	لاہور	2۔ ڈاکٹر اُمِ کلثوم	لاہور
3۔ امینہ مراد	کراچی	4۔ ڈاکٹر عزیرہ انجم	کراچی
5۔ حمیرا قریشی	کراچی	6۔ صفورا نعیم	کراچی
7۔ ثروت جمیلہ	لاہور	8۔ نجم النساء	کراچی
9۔ سعیدہ	حیدر آباد	10۔ شاہینہ وقار	اسلام آباد
11۔ شگفتہ بانو	اسلام آباد	12۔ زبیدہ خاتون	اسلام آباد
13۔ خالد رحمن صاحب	اسلام آباد		

اراکین خواتین کونسل

1۔ محترم مولانا عبدالحق بلوچ	کوئٹہ	2۔ محترم جسٹس فدا محمد	اسلام آباد
3۔ محترم جسٹس عبادت یار	کراچی	4 محترمہ ڈاکٹر امینہ ناصر	اسلام آباد
5۔ محترمہ ڈاکٹر سلمیٰ کفیل	اسلام آباد	6۔ محترمہ ڈاکٹر عفت ڈار	اسلام آباد
7۔ محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت	لاہور	8۔ محترمہ ڈاکٹر فرزانہ	کراچی
9۔ محترمہ ڈاکٹر زیتون	اسلام آباد	10۔ محترمہ ڈاکٹر گلشن مرزا	اسلام آباد

انفراسٹرکچر:

دفاتر — اسلام آباد آفس
سمینار روم، مائیک و ریکارڈنگ سسٹم
خاتون آفس سیکرٹری
فون و فیکس، Overhead پروجیکٹر،
کمپیوٹر

لاہور: — آفس؛
فون، فیکس، کمپیوٹر

کراچی — آفس؛
فون، فیکس
گاڑی

ادارہ جاتی روابط برائے تعاون

اسلام آباد: — انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز
دعوہ اکیڈمی، اسلام آباد

کراچی: — اسلامک ریسرچ اکیڈمی
قومی ادارہ برائے سروے

افرادی قوت:

اسلام آباد۔ 11
ٹیم برائے دفتری امور۔ (نگرانی برائے حسابات، نشر و اشاعت، آڈیو لائبریری، ترسیل، مہمان داری وغیرہ)
1۔ سعدیہ سیف　　2۔ نازمین　　3۔ فوزیہ ذوالفقار

نگران لیکچر سیریز۔(عورت اور عصری مسائل)

1۔ماہ رخ صاحبہ 2۔فرح بیگ

تعلیمی کمیٹی:

نگران تصنیف وتالیف عفت سجاد

معاون برائے طباعت اخلاص فاطمہ

ممبران تصنیف وتالیف کمیٹی:

1۔خدیجہ الکبریٰ 2۔شازیہ افضل

3۔شکیلہ خانم 4۔زائرہ خاتون

5۔شہناز بانو 6۔سعدیہ یوسف

لاہور۔2 نگران دفتر۔ خدیجہ نوشین

رابطہ میڈیا زبیدہ خاتون

کراچی۔4

نگران دفتر ڈاکٹر فرح اسلم

لیکچر سیریز ڈاکٹر نصرت اقبال

ریسرچ ورک امینہ مراد، ڈاکٹر عزیرہ انجم

منصوبہ عمل 2002ء کے اہم نکات:

1۔ عورت کی تعلیم اور دیگر موضوعات پر کتابچوں کی تیاری واشاعت

2۔ خاندانی نظام کے استحکام کے لئے اسلام کا نظامِ کفالت اور عورت کی تشہیر وریسرچ ورک

3۔ میڈیا میں عورت کی تکریم کے لئے کام کرنا

4۔ دورِ جدید کے مسائل اور عورت کے بارے میں پیدا شدہ شبہات کے ازالے کے لئے عورت اور عصری مسائل پر لیکچر سیریز کا اہتمام کرنا۔

5۔ عورت کی سیاسی نمائندگی پر جماعتی مئوقف کی تیاری۔

6۔ خواتین کونسلرز کے لئے ضابطہ اخلاق مرتب کرنا۔

7۔ افرادی قوت کے اضافے اور مئوثر استعمال کے لئے کوشش کرنا۔

خاندانی نظام کا استحکام پر کراچی، میڈیا پر لاہور، عورت کی تعلیم و دیگر کام پر اسلام آباد میں ہوگا۔

سرگرمیاں۔۔۔۔منصوبہ عمل 2001ء کی روشنی

ممبران کمیشن کے ساتھ نشستیں :2 بمقام کراچی اور اسلام آباد

1۔کتابچوں کی تیاری:

الف۔" خواتین کے مسائل اور خواتین کی سیاسی عمل میں شرکت" پر کتابچہ طبع کیا گیا۔

ب۔i۔عورت کی تعلیم اسلامی نقطہ نظر سے،

ii۔ پاکستانی عورت کی فلاح کے لئے تجاویز پر مضمون لکھے جا چکے ہیں۔نظر ثانی کے بعد اگلی سہ ماہی میں شائع کروائے جائیں گے۔

iii۔ Queries about Muslim Women

iv۔عورت کی تعلیم کے مختلف میدان

2۔خاندانی نظام کے استحکام کے تحت

الف۔اسلام کے نظامِ کفالت اور عورت پر ریسرچ کے لئے اسلامک ریسرچ اکیڈمی اور قومی ادارہ برائے سروے کے مشورے و تعاون سے کام کے لئے تفصیلات، اخراجات کا تخمینہ، سوالنامہ تیار کیا گیا۔

ب۔ایک سمینار کے لئے پروگرام مرتب کیا گیا۔

عنوانات۔اسلام کا نظامِ کفالت

۔موجودہ حالات میں کفالت، عملی دشواریاں، وجوہات، حل

۔کفالت اور قانون۔مغرب کی عورت کی کفالت

3۔میڈیا کے ذیل میں:

i۔ مینجنگ ڈائریکٹر پی ٹی وی سے ٹی وی کے کردار کی درستگی کے لئے ایک وفد کے ساتھ ملاقات کی گئی۔

ii۔ ڈریس ڈیزائنرز سے ملاقاتیں اور اہلِ قلم حضرات کے نام دو اپیلیں شائع کی گئی۔

iii۔ 5 اخبارات کے ایڈیٹرز سے ملاقاتیں کی گئی۔

iv۔ اخبارات میں ممبران کمیشن 21 خطوط ارسال کئے۔15 شائع ہوئے۔جنگ میں 3 مضامین بھیجے، 2 شائع ہوئے۔

v۔ ایک سمینار کا انعقاد کیا گیا۔" اپنی تہذیبی شناخت کو برقرار رکھنا، ایک چیلنج"

4۔ "عورت اور عصری مسائل" کے ذیل میں درج ذیل موضوعات پر لیکچرز ہوئے۔

1۔اسلام میں عورت کے حقوق وفرائض	ڈاکٹر کوثر فردوس
2۔اسلام کا قانونِ شہادت اور وراثت	جسٹس فدا محمد صاحب
3۔حق مہر و خلع	ڈاکٹر انیس احمد صاحب
4۔اسلام کا نظامِ عفت وعظمت	زبیدہ خاتون صاحبہ
5۔نظامِ کفالت	طاہر منصوری صاحب
6۔حقوقِ نسواں کا عالمی ایجنڈا	شگفتہ عمر صاحبہ
7۔عائلی قوانین	جسٹس فدا محمد صاحب

5۔ عورت کی سیاسی نمائندگی پر مئوقف مرتب کیا گیا۔
10% نشستیں مخصوص کی جائیں اور طریقِ نمائندگی، متناسب نمائندگی ہو۔منتخب خواتین کی الگ کونسل ہو جو خواتین کے مسائل پر فیصلے کرنے کی مجاز ہو۔

6۔ خواتین کونسلرز کے لئے ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کے لئے" خواتین کونسلرز اپنی ذمہ داریاں احسن طور پر کیسے ادا کریں" پر ڈسکشن فورم رکھا گیا جس میں سابقہ خواتین کونسلرز، اسمبلی ممبران؛ دیگر خواتین نے شرکت کی۔ان کے مشورے مرتب کئے گئے۔

7۔ افرادی قوت کے اضافے کے لئے کوششیں کی گئیں، اس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔تعداد 7 افراد سے 16 افراد تک بڑھی۔ اسلام آباد تقسیم کار اور ماہانہ جائزہ نشستیں ہوئیں۔

دیگر سرگرمیاں:

1۔ صوبائی مشاورت لاہور زیرِ اہتمام جماعت اسلامی پاکستان میں ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ، ڈاکٹر سلمٰی کفیل اور ڈاکٹر امینہ ناصر صاحبہ نے عورت کے مسائل اور اس کے حل پر اظہارِ خیال کیا۔
2۔ وفاقی وزیر زبیدہ جلال صاحبہ سے عربی نصاب کی تبدیلی کے سلسلے میں ملاقات کی گئی۔
3۔ وفاقی وزیر برائے بہبودِ خواتین کی طرف سے منعقدہ ڈسکشن فورم برائے اسمبلیوں میں عورت کی نمائندگی میں شرکت کی گئی۔
4۔ ایک بلدیاتی ورکشاپ" کونسلرز خواتین کے اختیارات و ذمہ داریاں" پر لاہور میں کروائی گئی۔
5۔ جدہ میں خواتین کانفرنس سے خطاب اور ڈاکٹر صالحہ وزیر اقلیتی امور اور نمائندہ رابطہ عالم اسلامی سے ملاقات کی۔
6۔ عورت فاؤنڈیشن کے سیمنارز برائے بلدیاتی انتخابات میں شرکت کی۔
7۔ بی بی سی کو ویمن ایشوز پر انٹرویو دیا۔

خواتین کمیشن کی مشاورتی کونسل کی نشست

خواتین کمیشن جماعت اسلامی پاکستان کی مشاورتی کونسل کی نشست 25 نومبر 2000ء کو مرکزی دفتر اسلام آباد میں منعقد ہوئی جس میں درج ذیل افراد نے شرکت کی۔

مولانا عبدالحق بلوچ صاحب از کوئٹہ
ڈاکٹر گلشن مرزا صاحبہ از جہلم
ڈاکٹر امینہ ناصرؔ صاحبہ از اسلام آباد
خالد رحمٰن صاحب از اسلام آباد
امینہ مراد صاحبہ از کراچی
شگفتہ عمر صاحبہ از اسلام آباد
ماہ رخ صاحبہ از اسلام آباد
ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ از اسلام آباد
ڈاکٹر فرزانہ سلیمان صاحبہ از کراچی
ڈاکٹر عفت ڈار صاحبہ از اسلام آباد
ڈاکٹر سلمیٰ کفیل صاحبہ از اسلام آباد
سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ از لاہور
مسز زبیدہ اصغر صاحبہ از اسلام آباد
شاہینہ وقار صاحبہ از اسلام آباد
خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ از اسلام آباد

جسٹس خضر حیات صاحب از لاہور، ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ از لاہور کی معذرت موصول ہوئی۔ جسٹس عبادت یار صاحب ناسازی طبیعت کی بنا پر شریک نہ ہو سکے۔

کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تعارف باہمی کے بعد کنویز خواتین کمیشن ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ نے ایجنڈے کے ابتدائی حصے، کمیشن کے قیام کا پس منظر و مقصد، کمیشن کے اہداف، تنظیمی ڈھانچہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دنیا آج عالمی گاؤں (Global Village) بنی ہوئی ہے۔ دنیا میں تہذیبی جنگ کے اثرات سے اپنے معاشرہ کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم عورت کو اسلام کے دیے گئے حقوق اور مقام و مرتبہ دلوانے کے لئے منظم کام کریں۔

ایجنڈے کے دوسرے حصے، منصوبہ عمل برائے 2001ء کے لئے شرکاء کی تجاویز مرتب کرنے سے پہلے خالد رحمٰن صاحب نے کام کے لئے بنیادی ڈھانچے، حکمت عملی اور میدانِ کار کے تعین کے طرف توجہ دلائی۔ نیز انسانی وسائل بڑھانے اور انفراسٹرکچر کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت واضح کی۔

شرکاءِ نشست نے تجاویز دیتے ہوئے کہا کہ اہم موضوعات پر ریسرچ کی جانی چاہیے، نیز تعلیم حاصل کرنے والوں کو یہ موضوعات ریسرچ کے لئے